



ہندوستان کی زمینوں کے فضلی احکام

فتح البیان فی احکام مزارع ہندوستان

۷۱۳۱ھ

تصنیف لطیفہ

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALAHAZRAT NETWORK
الاحقرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

افصح البیان فی حکم مزارع ہندوستان

۱۳

۱۸

(ہندوستان کی زمینوں کے تفصیلی احکام)

مشئلہ از بہار شریعت مدرسہ اسلامیہ مدرسہ مولوی عبداللہ صاحب طالب علم ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ وہ سب زمین ہندوستان کی جس کی مالگزاری زمیندار نقد
دیتے ہیں آیا عشری ہے یا خراجی، اگر عشری ہے تو بعد منہائی مالگزاری کے واجب ہے یا بلا منہائی، اور یہ بھی
کہ اس صورت میں کہ زمیندار سب اپنی رعایا کے ساتھ زمین کو بندوبست کرتے ہیں اس صورت میں عشر کس پر
واجب ہے، زمیندار پر یا رعایا پر؟ اور بصورت خراجی ہونے کے وہ مالگزاری جو نقد دیتے ہیں وہی خراج تصور
کیا جائیگا اور کوئی دوسرا، اور جب دوسرا ہوگا تو مالگزاری منہا دے کر خراج شرعی دینا ہوگا یا بغیر منہا، اور کس
قدر اور کس حساب سے دینا ہوگا، اور بصورت عدم عشری و عدم خراجی ہونے کے ہم زمینداروں کو کیا کرنا چاہئے
جو مواخذہ سے بری ہوں۔ بینا تو جروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوة والسلام علی س رسول اللہ۔
ہندوستان میں مسلمانوں کی زمینیں خراجی نہ سمجھی جائیں گی جب تک کسی خاص زمین کی نسبت خراجی ہونا دلیل

شرعی سے ثابت نہ ہو۔ کماحققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی فئاؤنا بما لا یجتاوز الحق عنہ (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اپنے فتاویٰ میں اس کی تحقیق کی ہے جس سے حق متجاوز نہیں۔ ت) بلکہ وہ عشری ہیں یا نہ عشری بدخرابی، اور دونوں صورتوں میں ان کا وظیفہ عشر ہے۔

پہلی صورت میں تو معاملہ واضح ہے اور دوسری صورت میں بھی عشر ہے جیسا کہ رد المحتار میں اس کی تفصیل ہے البتہ تحفہ مرضیہ پھر شربلانیہ پھر درمختار کا اس میں اختلاف ہے اور صاحب درمختار کی تحقیق نہایت نفیس ہے، درنہ شربلانی اور شربلانی نے صاحب تحفہ سے اور وہاں علامہ صاحب بحر کی طرف منسوب ہے، اور معاملہ کی بنیاد یہاں یہی ہے اور مذکور شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اور جو کچھ تحفہ میں ہے اس کے نقل پر کوئی دلیل نہیں، اس پر اعتماد صرف اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ ایسی زمین میں عشر کے لازم ہونے پر کوئی روایت ہماری نظر سے نہیں گزری اور

آپ جانتے ہیں کہ عدم روایت، روایت عدم نہیں ہوتی۔ عدم نقل، نقل عدم نہیں۔ حالانکہ نصوص مطلق ہیں اور جو زمین نہ عشری ہو اور نہ خراجی وہاں عشر لازم ہوتا ہے۔ اقول اس عبارت کہ ”ہم نے زمین فتح کی اور اسے تاقیامت اپنے لیے رکھا“ کا معنی یہ ہے کہ اسے مالکوں کو واپس نہ دیا یا دیگر کفار کو نہ دی یا بطور غنیمت اسے لشکریوں میں تقسیم نہ کیا اسی طرح وہ زمین جس کا مالک فوت ہو گیا اور وہ بیت المال کی ہو گئی کیونکہ عشر اور خراج مسلمانوں کے حق کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔ یہ مذکورہ زمین یا تو ہے ہی مسلمانوں کی یا ان کی طرف لوٹ آئے گی، لہذا مسلمانوں کے لیے ان پر کوئی

اماعلی الاول فظاہر و اما علی الشافی
فکما حققہ فی رد المحتار اخلافا لما
فی التحفۃ المرضیۃ ثم للشربلانیۃ
ثم الدر المختار وما حققہ واضح
نفیس والدراۃ انما اعزاه للشربلانی
والشربلانی لاصحاب التحفۃ عن
العلامة صاحب البحر فالیہ وارفیہ
الامر و هو رحمہ اللہ تعالیٰ وما فی التحفۃ
لم یستند فیہ النقل انما اعتمد علیہ
سرؤیتہ نقل بلنہ و العشر فیہ وانت
تعلم ان عدم الرویۃ لیست رؤیۃ
العدم ولا عدم النقل نقل العدم
والنصوص مطلقة والعشر یجب فیما لیس
بعشر ولا خراجی کالمفاوز والجبال
اقول ومعنی کون ما فتحناہ فابقیناہ لنا
الحی یوم القیامۃ من دون ان
نعطیہا ملاکھا او کفاسا اخرین
او نقسمہا بین الغنائین و کذا امادات
ملاکھا قالت لبیت المال ان العشر
والخراج انما یوجب حقاً للمسلمین و
ہذہ قد کانت اوصار من لہم
فلا وجہ لان یوجب شیء لہم

وہی فارغۃ فاذا ہی تحلی باذن الامام
فتصیر ذات وظیفۃ کذا ہذا ۱۔
بیت المال کی ملکیت ہو تو وہ وظیفہ سے فارغ ہوتی ہے
توجب وہ حاکم کی اجازت سے وہ آباد ہو جائے تو
وہ زمین صاحبہ وظیفہ کی ہر جائیگی یہاں بھی ہی معاملہ ہے۔

اور عشر ٹوری پیداوار کیا جائے گا نہ صرف منافع خالص کا،
فی تنویر الابصار یجب العشر بلا رفع مؤن
الزہد، فی الدر المختار لتصریحهم بالعشر
فی کل الخارج ثم اقول ومن یظلم لا یظلم۔
تنویر الابصار میں ہے کہ کھیتی کے تمام اخراجات
نکالے بغیر عشر لازم ہے۔ درمختار میں اس کی دلیل یہ
دی ہے کہ فقہانے تصریح کی ہے کہ عشر تمام پیداوار پر ہے۔

قلت ومن یظلم لا یظلم (میں کہتا ہوں ظلم کے بدلے ظلم نہ کیا جائیگا۔ ت)
زمین اگر سائی بر دی جائے یعنی مزارع سے پیداوار کا حصہ مثلاً نصف یا ثلث غلہ قرار دیا جائے تو مالک زمین پر
صرف بقدر حصہ کا عشر آئیگا مثلاً مزارعت بالناصفہ کی صورت میں تسو من غلہ پیدا ہوا تو زمیندار پانچ من عشر
میں دے، اور اگر اجارہ میں دی گئی جسے لوگ نکشی کہتے ہیں مثلاً سنوار و پیرہ بیگھر پر اٹھائی تو تسوینا امام اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کے نزدیک کل عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک کل مزارع پر ہے زمیندار سے کچھ
مطالبہ نہیں۔ امام قاضی خاں نے قول اول کے اظہار ہونے کا اشارہ کیا،

وعلیہ اقتصار لامام الخصاف و بہ جزم فی منظومۃ
النسفی والاسعاف واعتمدہ المتأخرون کالحیجر
الرحلی واسمعیل الحانک وحامد آفندی
وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ۔
امام خصاف نے اسی پر اکتفا کیا ہے اور منظومہ نسفی
اور اسعاف میں اسی پر جزم کیا ہے اور متأخرین مثلاً
خیر علی، اسمعیل حانک، حامد آفندی وغیرہم رحمہم اللہ
تعالیٰ نے اسی پر اعتماد کیا ہے (ت)

مگر حاوی قدسی ہی قول دوم پر فتویٰ دیا اور وہ بھی لفظ ناخذ (ہم اسی کو لیں گے۔ ت) کہ آکہ الفاظ فتویٰ سے ہے
وہ تصحیح الترمذی تھی اور یہ صریح ہے،

فی الدر المختار العشر علی الموجد کخراج
موظف وقالا علی المستاجر کمستعیر
مسلم وفي الحاوی وبقولہما ناخذ و
درمختار میں ہے کہ عشر کرایہ پر دینے والے پر ہے
جیسا کہ مقرر خراج، صاحبین کے نزدیک عشر کرایہ دار
پر ہے جیسے کہ مسلمان عاریہ کوئی چیز لے لے حاوی

فی المزراعة ان كان البذر من رب الاسر
فعليه ولو من العامل فعليهما بالحصة
في رد المختار تحت قوله وفي المزراعة الخ
ما ذكره الشارح هو قولهما اقتص عليه
لما علمت ان الفتوى على قولهما بصحة
المزراعة لكن ما ذكر من التفصيل يخالفه
ما في البحر والمجتبى والمعراج والسراج
والحقائق والظهيرية وغيرها من ان
العشر على رب الاسر عنده وعليهما
عندهما من غير ذكر هذا التفصيل وهو
الظاهر لما في البدائع من ان المزراعة
جائزة عندهما والعشر يجب في الخارج
والخارج بينهما فيجب العشر عليهما (۱۰)

میں ہے ہم صاحبین کا قول لیتے ہیں اور مزارعت میں
اگر بیج زمین کے مالک کا ہے تو اس پر عشر ہے اور
اگر عامل کا ہے تو حصہ کے مطابق دونوں پر ہوگا، رد المحتار
میں ماٹن کے قول "وفي المزراعة الخ" کے تحت یہ
شارح نے جو کیا ہے صاحبین کا قول ہے، اور اس پر
اقتدار کی وجہ آپ جان چکے کہ صحت مزارعت کے
بارے میں صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے لیکن تفصیل
میں بیان ہوا وہ اس کے مخالف ہے، جو بحر، مجتبى،
معراج، سراج، حقائق، ظہیر وغیرہ میں ہے کہ امام
صاحب کے نزدیک عشر مالک زمین پر ہے اور صاحبین کے
نزدیک دونوں پر ہے مگر تفصیل کا ذکر نہیں، اور عشر
پیداوار میں واجب ہے اور پیداوار دونوں کے درمیان
تقسیم ہوگی لہذا عشر دونوں پر ہوگا الخ (د)

بالجملہ قول دوم بھی ضعیف نہیں اور ہمارے بلا میں وہی ارفق بالناس ہے یہاں اجرتیں بلحاظ عشر ہرگز مقرر
نہیں ہوتیں، اگر پیداوار کا عشر اجرت سے دلائیں تو غالباً کچھ بچے بلکہ بہت بچے عشر ہی میں گھر سے دینا پڑے باقی
مصارف دیکھنا لگاری انگریز جدار ہے اور اگر اس پر مجبور کیجئے کہ اب وہ اجرتیں مقرر کیجئے کہ عشر و مالگاری و
جملہ مصارف دے کو تمہارے لیے بقدر کفالت بچے تو یہ ہرگز عیسر نہیں، مزارعین اس پر کیوں راضی ہونے لگے
و فی نزع الناس عن عاداتهم حرج والحرج
مدفوع بالنص لا یكلف الله نفسا الا ما آتاها
سیجعل الله بعد عسر یسراً وهذا کما ذکر
العلامة الشامی رحمہ الله تعالیٰ فی اوقات

بلادہ انہ لا تقي الاجرة ولا اضاعها بالعشر
اوخراج المقاسمة قال فلا يذبح العداول
عن الافتاء بقولهما في ذلك لانهم في
نوماننا يقدرون اجرة المثل بناء
على ان الاجرة سالمة للجهة الوقف
ولا شيء عليه من عشر وغيره اما لو اعتبر
دفع العشر من جهة الوقف وان
المستاجر ليس عليه سوى الاجرة فان
اجرة المثل تزيد اضعافا كثيرة كما لا يخفى
فان امكن اخذ الاجرة كاملة يفتى بقول
الامام والافق قولهما لما يلزم عليه
من الضرر الواضح الذي لا يقول به
احد والله تعالى اعلم اهـ۔

آسانی فرمادے گا، یہ اسی طرح ہے جو عدا مشامی
رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے شہروں کے ان اوقات
کے بارے میں ذکر کیا ہے جن میں نہ اجرت نہ
اس کے ساتھ عشر کا اضافہ اور نہ ہی غلط کی تقسیم
پوری ملتی ہے، انھوں نے کہا کہ اس سلسلہ میں
صاحبین کے قول پر فتویٰ دینے سے اعراض مناسب
نہیں کیونکہ ہمارے دور میں لوگ اجرت مثلی مقرر
کرتے ہیں اس بنا پر کہ وقف کے لیے اجرت مثلی
مقرر کرنے میں نقصان سے سلامتی ہے اور اس پر
کوئی عشر وغیرہ نہیں اور اگر وقف کی جانب سے عشرینے کا اعتبار کیا جائے
اور تاجر پر سو اجر کے کچھ ہو تو اجر مثلی کی گنا بڑھ جاتی ہے جیسا کہ
مخفی نہیں، تو اگر کاملاً اُجرت لینا ممکن ہو تو امام صاحب
کے قول پر فتویٰ ہو گا ورنہ صاحبین کے قول پر، تاکہ اس

سے وہ واضح نقصان لازم آئے جس کا قول کسی نے بھی نہیں کیا واللہ تعالیٰ اعلم اهـ (ت)
رہی وہ زمین جس کی نسبت خراجی ہونا ثابت ہو جائے مثلاً تحقیق ہو کہ ابتدائے زمانہ سلطنت اسلام سقی اللہ
تعالیٰ محمد یا میں ابتداءً یہ زمین کسی کا فرضی کی تھی کہ اس نے باذن سلطان ایثار کی، سلطان نے اسے عطا کی،
اُس سے مسلمان نے خریدی یا مسلمان نے خراجی زمین کے قرب میں ایثار کی، اس کا وظیفہ ضرور خراج ہے
اور بلاشبہ خراج شرعی سے مانگزار یا انگریزی کا کوئی تعلق نہیں، نہ حساب ادا میں وہ مجرادی جائے وھذا
ظاہر جلی لاخفاء بہ (اور یہ ظاہر و روشن ہے اس میں کوئی خفا نہیں۔ ت) امر تحقیق طلب یہ ہے
کہ جب یہاں نہ سلطنت اسلام نہ لشکر اسلام تو خراج شرعی بھی واجب رہا یا نہیں، اور رہا تو کسے او کیا
ورکنا دیا جائے۔ اقول وبالله التوفیق یہ تو کتب میں مصرح ہے کہ مطالبہ خراج مشروط بہ تسلط
سہے، جن بلا دیر جتنے دنوں سلطنت شرعیہ کا تسلط نہ رہے بعد تسلط بھی اُن ایام کے خراج کا مطالبہ نہیں
خواہ انھوں نے اتنے دنوں کسی اور قوم کو خراج دیا یا اُسے بھی نہ دیا ہو کہ خراج لینا حمایت فرمانے کے ساتھ

ہے جب اُسے دونوں سلطنت دینیہ ان کی حمایت سے جدا رہی اس مدت کا خراج نہیں لے سکتی۔ گز میں ہے،
لو اخذ العشر والخراج والنزکۃ بغفۃ
لہ یؤخذ آخری لے
ہدایہ، بحر وغیرہ میں ہے،

لان الامام لہ یحکمهم و الجبایۃ
بالحمایۃ لے
کیونکہ حاکم نے ان کی حمایت نہیں کی اور خراج تو
حمایت کی بنا پر ہوتا ہے (ت)

خراج وغیرہ لینے کی شرط لگانے کا ذکر اتفاقاً ہوا ہے
حتیٰ کہ اگر کئی سال ان سے وصول نہ کی حالانکہ ذمی
ان کے پاس تھا تو اب سابقہ سے بھی کوئی شے
نہ لی جائیگی جیسا کہ ہم نے بیان کر دیا (ت)

رد المحتار میں ہے،
ویظہر لی ان اهل الحرب لو غلبوا علی یرلدة
من بلادنا کذلک للتعلیلہم اصل المسئلة
بان الامام لہ یحکمهم و الجبایۃ بالحمایۃ
وفی البحر وغیرہ لو اسلم الحربی فی دار الحرب
واقام فیہا سنین ثم خرج الیسلمہ یاخذ
منہ الامام النزکۃ لعدم الحمایۃ الخ
ہمارے ہاں آیا تو حاکم عدم حمایت کی وجہ سے اس سے کچھ وصول نہیں کر سکتا الخ (ت)
اور یہ بھی تصریح ہے کہ مصرف خراج لشکر اسلام ہے فقرار کا اس میں کچھ حق نہیں،

لے کنز الدقائق	فصل فی الغنم	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	ص ۵۹
لے بحر الرائق	"	"	۲۲۳/۲
لے تبیین الحقائق	فصل فی صدقۃ الغنم	مطبعہ کبریٰ بلاق مصر	۲۴۴/۱
لے رد المحتار	باب نزکۃ الغنم	مصطفیٰ البابا بمصر	۲۶/۴

عنا یر میں اس مسئلہ ذمی نے کسی مسلمان عشری زمین خریدی کے تحت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی روایت کی توجیہ میں ہے کہ فقراء کا اس کے ساتھ حق متعلق ہے، پس یہ اسی حق کی طرح ہے جس طرح حسداجی زمینوں کے ساتھ حق مقالتہ کا تعلق ہوتا ہے پھر دوسری توجیہ کرتے ہوئے کہا کہ جو کچھ فقراء پر خرچ کیا جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے لیے بطور عبادت ہوتا ہے اور مال کا فرمیں یہ بات نہیں ہوتی لہذا اسے مصارف خراج میں ہی خرچ کیا جائے گا اور درمختار میں ابن شحنے سے بیوت المال کی نظم میں ہے، اور تیسری قسم حسداج مع عشر ہے۔

اگے چل کر کہا:

پہلی دونوں کے مصارف نص میں موجود ہیں اور تیسری کا مصرف ہمارے مقالتہ (لشکر اسلام) ہوتے ہیں۔ اھ

اور فتح لوعنا یر وغیرہ میں باب الجزیر سے متغیرا پہلے ہے کہ عشر کا مصرف فقراء اور خراج کا مصرف مقالتہ کریموں (لشکر اسلام) ہوتے ہیں اھ فتح میں گزشتہ مسئلہ کہ عشری زمین کا ذمی کے خریدنے سے خراجی ہونے پر اعتراض کیا ہے کہ زمین کے ساتھ فقراء کا حق متعلق ہونے کے بعد تغیر ان کے حق کو باطل کر دیتا ہے جو جائز نہیں (ت)

فی العنا یر تحت مسئلۃ شراء ذمی عشریۃ من مسلم فی توجیہ سرایۃ عن محمد حق الفقراء تعلق بہ فهو متعلق حق المقالتہ بالاسراضی الخراجیۃ ثم قال فی توجیہ اخری ما یصرف الی الفقراء هو ما کان لله تعالیٰ بطریق العبادۃ و مال الکافر لیس کذلک فیصرف فی مصارف الخراج و فی الدرالمختار عن ابن الشحنے فی نظم بیوت المال

و ثالثها خراج مع عشر

الی ان قال،

فمصرف الاولین اقل بنص

و ثالثها حواہ مقالتوں اھ

وفی الفتح والعنا یر وغیرہما قبیل باب الجزیۃ مصرف العشر الفقراء و مصرف الخراج المقالتہ اھ وقد اعترض فی الفتح فی المسأله العارۃ علی جعل العشریۃ بشراء الذمی خراجیۃ بان التغبیر ابطال لحق الفقراء بعد تعلقہ فلا یجوز الخ۔
پراعتراض کیا ہے کہ زمین کے ساتھ فقراء کا حق متعلق ہونے کے بعد تغیر ان کے حق کو باطل کر دیتا ہے جو جائز نہیں (ت)

۱۹۶/۲

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

باب العشر

لہ العنا یر مع فتح القدیر

۱۴۰/۱

مطبع مجتہائی دہلی

”

لہ درمختار

۲۸۶/۵

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

باب العشر والخراج

لہ فتح القدیر

۱۹۴/۲

”

باب زکوٰۃ الزروع والثمار

لہ ”

اور شک نہیں کہ جب مصرف نہ باقی ہو، مطالبہ کس کے لیے ہو، ولہذا ہمارے امام کے نزدیک عاشر تاجر سے خر بوزے، کھیرے، لکڑی وغیرہ جلد بگڑ جانے والی پیداوار کا عشر نہ لے گا جبکہ فقراء موجود نہیں کہ مصرف ہی نہیں اور وہ اشیاء رکھنے سے بگڑ جائیں گی، تو مطالبہ عبت ہے۔

فی الفتح قبیل باب المعادن من مر بطاب
اشترها للتجارة كالبطيخ والقشاش و
نحوه لبعثه عند ابی حنیفہ فانها
تفسد بالاستبقاء وليس عند العاصم
فقراء فی البدلید فع لهم فاذا بقیت
لیجد لهم سندات لیقوت المقصود اھ
مختصراً۔

فتح میں باب المعادن سے تھوڑا پہلے ہے، کہ جو
شخص بزرگوں کی کسیت کے پاس سے گزرا اس نے تجارت
کے لیے انھیں خریدنا مثلاً خر بوزہ اور کھیرا وغیرہ،
تو اب امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک اس پر
عشر نہ ہوگا کیونکہ وہ باقی رکھنے سے خراب ہو جاتی ہیں
اور عامل کے پاس جھگل میں فقراء نہیں ہوتے جنہیں
وہ عشر دے دے، اور اگر انھیں فقراء کے پانے

کے لیے باقی رکھتا ہے تو وہ خراب ہو جاتے ہیں تو اس سے مقصود فوت ہو جاتا ہے اھ اختصاراً (ت)
بلکہ علماء نے تصریح فرمائی کہ کل خراج کا وجوب ہی لشکر اسلام کے حق کے لیے اور ان کی حمایت کا معاوضہ
ہے۔ فتح القدیر، کتاب السیر، باب العشر میں ہے،

الخارج جزاء المقاتلة علی حمایتهم
فما سقی بما احموه وجب فیہ اھ۔

خراج لشکر اسلام کی حمایت کا معاوضہ ہے، جو
زمین ان کی حمایت سے سیراب ہوگی اس میں خراج
واجب ہوگا اھ (ت)

غنائم میں اسی جگہ ہے،

الخارج یجب جبراً للمقاتلة فیخص وجوب
الخارج بما یسقی بماء حمته المقاتلة (انی
قوله) الی هذا اشار شمس الانمۃ اھ

خراج، مقاتلہ کے نقصان کو پورا کرنے کے لیے ہوتا ہے،
لہذا خراج انہی زمینوں کے ساتھ مخصوص ہوگا جو
لشکر کی حمایت کے تحت سیراب ہوں گی (آگے
چل کر کہا) شمس الانمۃ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے (ت)

۱۷۸/۲	ملکیتہ نوریر رضویہ سکھر	باب فین یمیر علی العاشر	سہ فتح القدیر
۲۸۱/۵	" " "	باب العشر والخارج	سہ "
۲۸۰/۵	" " "	باب العشر والخارج	سہ الغنائم مع فتح القدیر

اُسی کے ادا خراب زکوٰۃ الزروع میں ہے :

الخراج يجب حقا للمقاتلة فيختص وجوبه
بماحتته المقاتلة۔
خراج حق مقاتلہ کے طور پر لازم ہوتا ہے لہذا یہ اسی کے
سامعہ مخصوص رہے گا جو مقاتلہ کے تحت ہوگا۔ (ت)

یہ کلمات بظاہر سقوط خراج کی طرف ناظر مگر نظر دقیق حاکم کہ نفس وجوب ثابت و قائم ، مطالبہ سلطنت و
وجوب دیانت میں فرق بعید ہے ، بہت چیر پیڑ ہیں کہ سلطان کو ان کا مطالبہ نہیں پہنچتا اور شرعاً واجب ہے
مذکوٰۃ الاموال الباطنة کما فی الدر وغيره
عامۃ الاسفار وقد قال المشامی عن البحر
وغیره فی مسئلۃ اسلام الحربی فی
دار الحرب بعد العتق المذکورۃ و نفقۃ
بأدائہا ان کان عالما بوجودہا والا فلا زکوٰۃ
علیہ لان الخطاب لم یبلغہ و هو شرط
الوجوب۔
و لہذا صورت مذکورہ عدم تسلط میں تصریح فرمائی کہ متغلبین اگر زکوٰۃ و عشر لے کر ان کے مصارف میں
صرف زکریٰ تو ارباب اموال پر ان کا دوبارہ دینا واجب ہے اور خراج میں جو اعادے کی حاجت نہیں اس کے
سبب یہ کہ وہ تغلبین خود بھی ایک اسلامی لشکر کی حیثیت سے اُس کے مصروف ہیں تو خراج اپنے محل کو پہنچ گیا
در مختار میں ہے اگر باغیوں اور ظالم حکمرانوں نے اموال
نظارہ کی زکوٰۃ وصول کر لی مثلاً چارپائی کی زکوٰۃ ، یا
عشر و خراج وصول کر لیا تو اب مالکوں سے دوبارہ نہیں
لیا جائیگا (بشرطیکہ ان کی جگہ خرچ کیا گیا جن کا ذکر آ رہا
ہے) اور اگر وہاں خرچ نہیں کیا تو مالکوں پر بطور دیانت
عشر و زکوٰۃ کا اعادہ لازم ہے خراج کا نہیں کیونکہ باغی لشکر
خود خراج کا مصروف ہیں۔ (ت)

۱۹۴/۲	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	باب زکوٰۃ الزروع والثمار	ملہ العنایۃ مع فتح القدیر
۲۶/۲	مصطفیٰ البانی مصر	باب زکوٰۃ الغنم	ملہ رد المحتار
۱۳۴/۱	مطبع مجتہدانی دہلی	-	ملہ در مختار

درمستی پھر طحاوی علی الدر المختار میں ہے :

اما الخراج فلا یفتون باعادته لانهم مصارفه
اذا اهل البغی یقاتلون اهل الحرب و
الخراج حق المقاتلة۔

ہایہ و بحر وغیرہا میں ہے :

اقتوا بان یعیذو و هادون الخراج لانهم
مصارف الخرج لكونهم مقاتلة و الزكوة
مصرفها الفقراء و لا یصرفونها اليهم۔

www.atahazratibet.org

خراج دوبارہ لینے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا کیونکہ یہ
اس کا مصرف ہیں کیونکہ اہل بغاوت نے اہل حرب
کے ساتھ مقاتلہ کیا اور خراج مقاتلہ کا حق ہے (ت)

علماء نے فتویٰ دیا ہے کہ خراج کے علاوہ کا اعادہ ہرگز
کیونکہ اہل بغاوت خراج کا مصرف ہیں اس لیے کہ یہ
مقاتل ہیں اور زکوٰۃ کا مصرف فقرار میں لہذا ان پر
خرج نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ تسلط و حمایت شرط مطالبہ سلطانی ہے نہ شرط نفس و جوب اور اس قلیل نے کہ اعادہ خراج اس پر
نہیں کہ وہ خود بھی مصرف ہیں واضح کر دیا کہ اگر وہ مصرف نہ ہوں جیسے ناسلم قویں تو خراج کا اعادہ بھی ضرور ہے
مصرف خراج صرف لشکر اسلام نہیں بلکہ تمام مصالح عامہ مسلمین ہیں جن میں تعمیر مساجد و وظیفہ امام و مؤذن و بنائے
پل و سر و تنخواہ مدرسین علم دین و خبر گیری طلبہ علوم دین و خدمت علمائے اہل حق حایان دین مشغولین درس و وعظ
و افتاء وغیرہا امور دین سب داخل ہیں۔

روالمختار میں ابن شجنہ کے گزشتہ قول جو ہایہ اور اکثر
کتب معتبرہ میں ہے کے تحت یہ ہے خراج ہمارے
مصالح پر خرچ کیا جاسکتا ہے مثلاً دفاعی بندر،
پل، راستے، علماء، قضاہ، علماء کی خدمت، مقاتلہ
کرنے والے اور ان کی اولاد، یعنی مذکورہ تمام لوگوں
کی اولاد پر خرچ کیا جاسکتا ہے (ت)

فی رد المحتار تحت قول ابن الشحنة المار
الذى فى الهداية و عامة الكتب المعتبرة
انه يصرف فى مصالح كسد الثغور و
بناء القناطر و الجسور و كفاية العلماء و
القضاة و العمال و رزق المقاتلة و ذرائعهم۔

درمختار میں ہے :

لے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار باب زکوٰۃ الغنم
لے الهدایۃ کتاب الزکوٰۃ فصل فی مالا صدقہ فیہ
لے رد المختار باب العشر

دار المعرفۃ بیروت ۴۰۴/۱
المکتبۃ العربیہ کراچی ۱۴۳/۱
مصطفیٰ البانی مصر ۶۳/۲

جزیرہ اور خراج کا مصروف ہمارے رفا ہی کام ہیں
مثلاً دفاعی معاملات، جیسے دارالاسلام کی سرحدوں
کی حفاظت کرنا، شرکوں اور یوں کا بنانا، علماء اور
اساتذہ کو بطور کفالت دینا، تجنیس۔ اس میں طالب علم
بھی داخل ہیں، فتح۔ قضاۃ اور رجال، جیسے قاضیوں
کے کاتب، ورثاء اور شرکار کے درمیان تقسیم
کے گواہ اور سواحل دریا کے نگہبان یعنی عشر لینے
کا ذکر اور ان سب کی ذریت کی، یعنی جن کا ذکر اوپر ہوا ان سب کی اولاد

مصروف الجزیۃ والخراج لمصالحنا کسند
ثغورنا وبناء قنطرۃ وجسر وکفاۃ العلماء
والمعلمین تجنیس، و بہ ید دخل طلبۃ
العلم فتح، والقضاۃ والعمال ککتبۃ قضاۃ
وشہود قضاۃ وسقباہ سواحل ودرق
المقابلۃ وذراریہم ای ذراری من
ذکر مسکین (ملخصاً)

کی روزی۔ کذا فی شرح مسکین۔ (ملخصاً) (ت)

ہاں میں ہے،

خراج مسلمانوں کے مفاد کے لیے ہوگا۔ مسلمان قضاۃ،
عمال، علماء کی ضروریات کو اس سے پورا کیا جائے گا
کیونکہ یہ بیت المال کا مال ہے اور بیت المال مسلمانوں
کے مفاد کے لیے ہوتا ہے، اور یہ لوگ مسلمانوں کی خدمت
کمر ہے ہوتے ہیں۔ (ت)

الخراج یصرف فی مصالح المسلمین و
یعطی قضاۃ المسلمین وعمالہم وعلماؤہم
منہ ما یکفیہم لانہ مال بیت المال وھو
معد لمصالح المسلمین وھؤلاء عملتہم

فتح میں ہے،

تجنیس المعلمین والعلما میں یہ اضافہ ہے کہ اس کے
ساتھ طالب علم اس میں داخل ہو گئے اور تمام مجازت
میں اختصار ہے۔ (ت)

زاد فی تجنیس المعلمین والمعلمین و بہذا
تدخل طلبۃ العلم اھ الکل مختصراً۔

خود امام مذہب سیدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب الخراج میں خلیفہ ہارون رشید

سے ارشاد فرماتے ہیں،

۳۵۴/۱

مطبع مجتہد قادیانی دہلی

فصل فی الجزیۃ

لے درمختار

۵۷۹/۲

المکتبۃ العربیہ کراچی

فصل ونصاری بنی تغلب

لے الہدیۃ

۳۷۷/۵

مکتبہ فوریہ رضویہ سکھر

۷ ۷ ۷

لے فتح القدیر

وسألت من اى وجه تجرى على القضاة و
العمال الارزاق فاجعل (اعز الله امير
المؤمنين بطاعتكم) ما يجرى على القضاة
والولاة من بيت مال المسلمين من جباية
الارض او من خراج الارض و الجزية
لانهم فى عمل المسلمين فيجرى عليهم
من بيت مالهم ويجرى على والى كل
مدينة وقاضيهما بقدر ما يحتمل ، و كل
من جعل نصيبه فى اموال المسلمين فاجبر
عليه من بيت مالهم ولا تجر على الولاة
والقضاة من مال الصدقة شيئا
الا والى الصدقة فانه يجرى عليه منها
كما قال الله تبارك و تعالى والعاملين
عليها

اے امیر المؤمنین! تو نے یہ پوچھا ہے کہ قضاة اور
عمال کے وظائف کا معاملہ کیسے کیا جائے تو (اللہ
تعالیٰ امیر المؤمنین کو رعایا کی فرمانبرداری کے ذریعے
عزت بخشے) قضاة اور عمال کو مسلمانوں کے بیت المال
یعنی زمین کی ضامن ، خراج اور جزیہ سے وظائف
دئے جائیں گی کیونکہ وہ مسلمانوں کے کام میں مصروف
ہوتے ہیں پس ان پر بیت المال سے خرچ کرواؤ
ہر شہر کے والی اور قاضی کے لیے اتنا وظیفہ جاری
کرو جتنا وہ کام کرتے ہیں اور جو شخص مسلمانوں کے
کام میں مقرر کرو اس پر بیت المال سے خرچ کرو ،
والیوں اور قاضیوں پر مال صدقہ سے خرچ نہ کرو ،
ہاں والی صدقہ پر کر سکتے ہو کیونکہ اس پر اس میں سے
خرچ کیا جاسکتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی
سے اور صدقات وصول کرنے والے کے لیے ۔ (ت)

اور اگر بالفرض خاص لشکر اسلام ہی اس کا مصروف ہوتا تو محمد اللہ تعالیٰ وہ بھی جائز موجود ، اور اوپر معلوم
ہو چکا کہ خاص یہاں ہونا ان بلاد کی حمایت کا شرط مطالبہ ہے نہ شرط وجوب ، اور اشیائے سرلیعۃ الفساد پر
خراج کا قیاس نہیں ہو سکتا ، پھر وہاں بھی صرف مطالبہ ملحق ہے نہ وجوب ، خود اسی مسئلہ میں تصریح ہے کہ
عاشر اگرچہ اس سے عشر نہ لے گا مگر تاجر کو اس کے ادا کا حکم کرے گا ۔

رد المحتار میں شربلایہ سے ہے صورت مسئلہ
یوں ہے کہ سال ختم ہونے کے قریب اگر کسی نے
تجارت کے لیے نصاب کے عوض سبزیات خریدیں
اور اس پر سال مکمل ہوا تو امام صاحب کے نزدیک
اس سے زکوٰۃ وصول نہیں کی جائے گی لیکن

فی رد المحتار عن الشربلایہ صورۃ
المسألة أن يشتوی بنصاباً قرب مضی
الحول علیہ شیئاً من هذه الخضراوات
للتجارة فتم علیہ الحول فخذہ لا یأخذ
الزکوٰۃ لکن یا مراء المالك یأدا انہا

بنفسہ الخ۔ مالک سے کہا جائیگا کہ خود ادا کر دے۔ (ت)

ایجاب خراج میں لشکر اسلام کا حق اور اس کی حمایت پر تقرر معاوضہ ضرور منظور نظر شرع ہے مگر اس سے وجود حمایت کا شرط واجب ہونا لازم نہیں، تصریحات ائمہ سے واضح ہو گیا کہ خراج صرف انہی کے لیے مقرر نہ ہوا بلکہ جمیع مصالح عامہ اہل اسلام اس میں مقناویۃ الاقدام، ہاں جہاں حمایت ہو ان کا بھی حق ضرور ہے اور جہاں ان کا حق ہو وہی معاوضہ منظور ہے بالجملہ ادھر سے کلیہ ہے یعنی حیثما وجدت الحماۃ وجبت الجباۃ (جہاں حمایت ہوگی وہاں خراج لازم ہوگا۔ ت) ادھر سے نہیں کہ حیث ما وجبت الجباۃ وجدت الحماۃ (جہاں خراج ہوگا وہاں حمایت ہوگی۔ ت) تاکہ اس کا عکس نقیض کیجئے کہ لا تم توجب الحماۃ لم توجب الجباۃ (جب حمایت نہ ہوگی تو خراج لازم نہ ہوگا۔ ت) مع القیدی عبارت مذکور کا منشاء اسی قدر ہے البتہ عبارت عنایہ میں لفظ مختص موہم واقع ہوا ہے اور وہ قطعاً زیادہ بے حاجت محض بلکہ خلاف مقصود ہے،

یہ اس لیے کہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے زیادات میں تصریح کی ہے کہ مسلمان پر ابتداءً خراج نہیں آسکتا، پھر ان ائمہ کے درمیان اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب کسی مسلمان نے غیر آباد زمین کو آباد کیا، امام ابو یوسف نے فرمایا اس کے قریب کا اعتبار کیا جائیگا اگر خراجی کے قریب ہے تو خراجی اگر عشری کے قریب ہے تو عشری، کیونکہ قریب اسباب ترجیح میں سے ہے۔ امام محمد نے فرمایا اگر اسے نہری پانی سیراب کرتا ہو تو خراجی، اور اگر چشمہ وغیرہ کا پانی ہو تو عشری۔ یہ تمام تفصیل فتح میں ہے بعض کے گمان کے مطابق اس سے مسلمان پر

وذلك لان محمد ارحم الله صرح في الزيادات ان المسلم لا يبتدأ بتوظيف الخراج ثم وقع بينهم الخلاف فيما اذا احيا مسلم مواتا فقال ابو يوسف تعتبر بحيزها اي بما يقرب منها فان كانت من حيز ارض الخراج فخراجية او ارض العشر فعشرية لان القرب من اسباب الترجيح وقال محمد ان كان صفتها انها يصل اليها ماء الانهار فخراجية او ماء عين ونحوه فعشرية كل ذلك في الفتح وقد لزم من هذا توظيف

۴۷/۲

مصطفیٰ البابی مصر

۱۹۸/۲

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲۸۰/۵

"

باب العاشر

باب زکوٰۃ الزروع والثمار

باب العشر والخراج

لے رد المحتار

لے فتح القدير

لے "

الخروج على المسلم بدأ إذا سقاها
بماء الخارج على ما ظن وهو خلاف
نص الزیادات فاجنب بتقيد ما في
الزیادات بما اذا لم يكن منه صنيع
ليستدعى ذلك وهو السقي بماء
الخارج اما اذا وجد ذلك
فهو دلاله التزامه الخارج

ابتدائی طور پر خراج کا تقرر لازم آتا ہے جبکہ وہ زمین
خراجی پانی سے سیراب ہو رہی ہو یا لاکھیر زیادات
کی تصریح کے خلاف ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے
کہ زیادات کی عبارت میں اس قید کا اعتبار ہے کہ
بشرطیکہ اس مسلمان سے کوئی ایسا عمل نہ پایا جاتا ہو
جو خراج کا تقاضا کرتا ہو اور وہ عمل خراجی پانی سے
سیرابی ہے، اور اگر ایسا ہے تو بطور التزام اس کا

عنه منه جماعة منهم الشيخ حاتم الدين
السغناقي في النهاية وليس كما ظنوا
بل انما هو اشتغال ما تقرر فيه الخراج
بوظيفة اليه وهو الماء فان فيه
وظيفة الخراج فاذا سقى به انتقل
هو بوظيفة الى ارض المسلم كما
لو اشترى خراجية وهذا ان المقاتلة
هم الذين حموا هذا الماء فثبت
حقهم فيه وحقهم هو الخراج فاذا
اسقى به مسلم اخذ منه حقهم كما
ان ثبوت حقهم في الارض اعنى خراجها
لحمايتهم اياها يوجب مثل ذلك،
افاده في الفتح من باب زكوة
الزروع ۱۲ منه غفر له. (م)

علم یہ گمان ایک جماعت نے کیا ہے جن میں سے شیخ
حاتم الدین سغناقی ہیں جنہوں نے نہایت میں اظہار کیا ہے
جبکہ معاملہ وہ نہیں جو انہوں نے گمان کیا ہے بلکہ یہ
مسلمان کی طرف وظیفہ خراج والی چیز کا انتقال ہے۔
اور وہ پانی ہے کیونکہ اس میں خراج والا وظیفہ ہے۔ تو
جب اس سے زمین سیراب ہوگی تو اس کا وظیفہ بھی مسلمان
کی زمین پر لاگو ہوگا جیسا کہ کوئی خراجی زمین خریدے
تو اس پر خراج آتا ہے یہ اس لیے کہ مقابلہ وہ لوگ
ہیں جو اس پانی کو تحفظ فراہم کرتے ہیں اس لیے اس
پانی میں ان کا حق ثابت ہوگا جبکہ وہ خراج ہے تو جب
کوئی مسلمان اس پانی کو استعمال کرے گا تو اس سے
پانی کا حق لیا جائیگا جس طرح خراجی زمینوں میں تحفظ فراہم کرنے
پر مقابلہ کا حق واجب ہوتا ہے، اس کا افادہ فتح
کے باب زکوة الزروع سے حاصل ہے ۱۲ منہ
غفر لہ۔ (ت)

علم جواب دینے والے شمس الائمہ سرخسی ہیں جیسا کہ
فتح میں ہے ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

علمه المجيب الامام شمس الائمة
السرخسي كما في الفتح ۱۲ منہ غفر له (م)

مرضاہ بہ لان الخراج جزاء المقابلة
 على حمايتهم فماتقى بما حموه وجب فيه
 هذا ما في الهداية والفتح ولا حاجة فيه
 الى تخصيص الخراج بما حموه اصلا
 بحيث لم يوجد له يجب انما الحاجة الى
 استنباع حمايتهم ايجاب الخراج بحيث
 اذا وجدت وجب لان المقصود اثبات
 الوجوب لاجل ثبوت الحماية فتكون الحماية
 ملزومة والخراج لا لازم ما يستدل بوضع
 المقدم على وضع التالى واللازم لا يجب
 تساويه اما اذا قلنا بان الخراج يخص
 بالحماية كان المعنى هو انتفاء بانتفاءها
 فيكون اللازم هو الحماية فلا يصح الاستدلال
 بوجوده على وجوب الخراج لان وضع
 التالى لا ينتج وضع المقدم فقطهات
 حديث الخصوص لا يوافق المقصود
 فاذا التقير الصحيح ما اشار اليه في
 الهداية وبينه في الفتح والنعمة ايضا
 في تركوته الزرع كما نقلنا نصه انفا في
 المنهية -

خراج پر راضی ہونا ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ خراج تو
 حمایت پر مقابلہ کا معاوضہ ہے اور جو حمایتی (غرضی)
 پانی سے سیراب ہوگی اس میں خراج واجب ہوگا -
 یہ ہلیر اور فتح میں تھا - یہاں خراج کو اس چیز کے
 ساتھ مقید کرنے کی اصلاً ضرورت نہیں کہ یہ وہاں
 ہوتا ہے جہاں حمایت ہو، اور جہاں حمایت نہ ہوگی
 وہاں خراج کا وجوب نہ ہوگا - یہ ضرورت تو ان کی
 حمایت کی وجہ سے ايجاب خراج کے لیے ہے یعنی
 جہاں حمایت ہوگی وہاں خراج کا وجوب ہوگا کیونکہ
 مقصود ثبوت حمایت کی خاطر وجوب خراج کا اثبات
 ہے تو اب حمایت ملزوم اور خراج لازم قرار پائے گا
 تاکہ وضع مقدم سے وضع تالی پر استدلال کیا جاسکے
 اور لازم کے لیے (ملزوم کے) مساوی ہو ضروری
 نہیں ہوتا لیکن جب ہم یہ کہیں گے کہ خراج حمایت
 کے ساتھ مخصوص ہے، تو اب معنی ہوگا کہ خراج کی
 نفی سے حمایت کی نفی ہو تو اب اس صورت حمایت
 کا لازم ہونا لازم آجائے گا تو اب وجود لازم (تحت)
 سے وجوب خراج پر استدلال درست نہ ہو گا
 کیونکہ وضع تالی سے وضع مقدم پر منتج نہیں ہوتی -
 تو اب ظاہر ہو گیا کہ مخصوص کرنے والی بات مقصود

کے موافق نہیں، اب تقریر صحیح وہی ہے جس کی طرف ہدایہ میں اشارہ ہے اور فتح میں بیان ہوئی اور اس
 کی وضاحت ذکوۃ الزرع میں کی، جیسا کہ ہم نے ابھی منہیہ میں اس کی عبارت بعور نقص نقل کی ہے (ت)
 پھر اس اختصاص کو اپنے ظاہر اطلاق پر رکھتے تو قطعاً غلط و باطل ہے، جو زمینیں ہم نے

امام محقق زلیحی نے تبیین الحقائق میں فرمایا ،

یہ تفصیل حتی مسلم میں ہے ، رہا کافر کا معاملہ تو اس پر
خراج ہوگا خواہ چرپائی بھی سیراب کرے کیونکہ کافر پر
ابتداءً عشر نہیں ہوتا لہذا ابتداءً اس میں بالاتفاق
تفریق و تفصیل نہیں ہوگی ۔ (ت)

هذا التفصيل في حق المسلم اما الكافر فيجب
عليه الخراج من اى ماء سقى لان الكافر
لا يبتدأ بالعشر فلا ياتي فيه التفصيل في
حالة الابتداء اجماعاً

اسی طرح بحر الرائق و مجمع الانہر میں اس سے نفل کیا اور مقرر رکھا ، ولہذا علامہ علی نے متن متین ملتقى الابحر
میں ان زمینوں کو خراجی ہونے کا مسئلہ مطلق رکھا امراض السواد خراجیۃ (سواد کی زمین خراجی ہے ۔ ت)
کے بعد فرمایا ،

اسی طرح ما سوائے محکمہ کے وہ زمین جو بطور غلبہ فتح
ہوئی اور اس کے باشندوں کو وہاں قابض رکھا
یا ان سے صلح کر لی گئی ۔ (ت)

وكان الكا عاقبة عنوة واقرا اهلها عليه
او صلحوا سوى مكة

اور اصل خلاف کا ذکر نہ کیا حالانکہ انھیں التزام ہے کہ جس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ نہ سب سے کسی کا خلاف ہو ضرور
نفل کریں گے ۔

علامہ علی نے خطبہ کتاب میں فرمایا ہمارے ائمہ کے
درمیان اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہوگا تو ہمیں اس کی
تصريح کروں گا ۔ (ت)

قال في خطبة: وصرحت بذلك الخلاف بين
اُمتنا

اسی طرح متن حلیل کنز میں مطلق فرمایا ،

وہ زمین جو بطور غلبہ حاصل ہوئی اور وہاں کے قابضین
کو برقرار رکھا یا بطور صلح فتح ہوئی تو وہ خراجی ہوگی ۔ (ت)
اور خلاف کی طرف باوصف التزام رمز ایمانہ کیا یونہی جو زمین ذمی نے احیا کی بالاتفاق خراجی ہے اگرچہ

فتح عنوة واقرا اهلها عليه اذ فتح صلحا
خراجیۃ ۔

۲۴۲/۳	مطبعہ کبریٰ امیر برہ بلاق مصر	باب العشر والخراج الخ	تبیین الحقائق
۲۴۰/۱	مؤسسۃ الرسالۃ بیروت	" " "	ملتقى الابحر
۱۰/۱	" " "	خطبۃ الکتاب (مقدمۃ المولفت)	" "
۱۹۱ ص	ایچ ایم سعید کمپنی کراچی	باب العشر والخراج والجزیۃ	کنز الدقائق

پانی عشری دیا ہو، فتح القدير و تبيين الحقائق و بحر الرائق وغیرہ میں ہے،
 لو احياها ذمی کانت خراجیة سواء سقیة عند
 محمد بماء السماء و نحوه اولاً و سواء کانت
 عند ابی یوسف من حیث امراض الخراج او
 العشر ثم فظهر ضعف ما انتحاه فی العناية
 تبعاً لنهائیة رکونانی ظاهراً نقل فی الهدایة علی
 خلاف نقل فی الغایة کما یبینه المحقق فی الفتح
 والله ولی الهدایة والفتح۔

اگر کسی ذمی نے زمین کو آب و کیا تو وہ غراجی ہوگی خواہ
 آسمانی پانی وغیرہ سے سیراب ہو یا نہ ہو اور امام ابو یوسف
 کے نزدیک خواہ غراجی کے قریب ہو یا عشری کے قریب
 اس سے اس کا ضعف ظاہر ہو گیا جو عنایہ میں نہایت کی
 اتباع کرتے ہوئے میلان کیا ہے ہدایہ میں نقل ظاہر
 کی طرف اور وہ نقل غایہ کے خلاف ہے جیسا کہ محقق
 نے فتح میں کیا، اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت اور فتح کا
 مالک ہے۔ (د)

www.ainabazipin2011.com

لاجرم خود عنایہ میں تصریح فرمائی کہ مسئلہ اعتبار آب بطلان نہیں، ہدایہ میں فرمایا تھا:
 اذا کانت لمسلم دار خطة فجعلها بستانا
 فعليه العشر معناه اذا سقاها بماء العشر
 واما اذا کانت تسقى بماء الخراج ففيها
 الخراج لان المؤنة فی مثل هذا تدور
 مع الماء۔

بجب بطور قبضہ کسی مسلمان کی خالی زمین پر گھر بنایا
 پھر اسے اس نے باغ بنادیا تو اس پر عشر ہوگا،
 اس کا معنی یہ ہے کہ جب وہ عشری پانی سے سیراب
 ہوتا ہو اور جب وہ غراجی پانی سے سیراب ہو تو اس
 میں خراج ہوگا کیونکہ ایسی صورتوں میں عشر و خراج کا
 معاملہ پانی کے ساتھ ہے۔ (د)

اس پر عنایہ میں لکھا ہے:
 معنی قوله "فی مثل هذا" الامر ضرب السقی
 لم یقتصر امره علی عشر او خراج و هو
 احترام عما اذا کان لمسلم امرض تسقى بماء
 العشر وقد اشتراها ذمی فان ماءها
 عشری وفيه الخراج۔

ما تن کے قول "فی مثل هذا" سے مراد وہ زمین ہے
 جس کا معاملہ عشر و خراج کے اعتبار سے مستحکم
 نہ ہوا ہو، اس سے اس صورت سے احتراز ہو گیا
 جب کہ کسی مسلمان کی ایسی زمین تھی جو عشری پانی سے سیراب
 ہوتی تھی اور اسے ذمی نے خرید لیا تو اب اس کا پانی عشری
 ہے لیکن اس میں خراج ہے۔ (د)

۲۸۱/۵	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	باب العشر و الخراج	سہ فتح القدير
۱۸۴/۱	المکتبۃ العربیۃ کراچی	باب زکوٰۃ الزروع والثمار	سہ الهدایہ
۱۹۷/۲	مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر	" " "	سہ الغایہ مع فتح القدير

دیکھو کسی صاف تصریح ہے کہ خراج آب خراجی کے ساتھ خاص نہیں، اور تحقیق یہ ہے کہ اب بھی اطلاق صحیح نہیں، مسئلہ اچھائے ذمی وغیرہ کے متعلق تصریحات ابھی گزریں، ہاں امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اعتبار آب صرف اس صورت میں ہے جہاں مسلمان پر ابتداء وظیفہ مقرر کرنا ہو جیسے اس نے اپنے گھر کو باغیچہ بنالیا یا مردہ زمین، احبار کی محقق علی الاطلاق نے یوں شرح فرمائی:

ما تَن كَا قَوْل "الوظيفة في مثله" یعنی اس زمین کا جس کا ابتداء مسلمان پر وظیفہ مقرر کر لیا اور جسے اس نے آباد کیا ہو نہ کہ پر وہ زمین جس کا وظیفہ مستحکم نہ ہو ہو جیسا کہ نہایہ میں ہے کیونکہ اگر ذمی نے قبضہ شدہ گھر کو باغ بنالیا یا زمین کو آباد کیا یا اسے جہاد میں شرکت کی وجہ سے بطور عطیہ ملی تو اس میں خراج ہوگا اگرچہ اسے اس نے ماء عشری سے سیراب کیا ہو امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ (ت)

قوله الوظيفة في مثله اي فيما هو ابتداء
توظيف على المسلم من هذا ومن الارض
التي احياها لاكل مالها يتقرر امره في
وظيفة كما في النهاية بان الذمي لو جعل
داره غنما يستأجرها او يبيعها او يرضخت
له لشهوده القتال كانت فيها الخراج
وان سقاها بماء العشر عند ابي حنيفة
رحمته الله تعالى۔

خود پر یہی فرمایا:

ان جعلها (ای المجرى داره) بستانا فعليه
الخراج وان سقاها بماء العشر لتعذر
ايجاب العشر اذ فيه معنى القرية
فتعين الخراج وهو عقوبة تليق
بحاله ا۔ اقول وبه ظهر سقوط ما في
العناية على هذا القول من الهداية،
ما نصه، لقائل ان يقول اما ان يكون
الاعتبار للماء او الحال من توضع
عليه الوظيفة فان كان الاول وجب
عليه العشر وان كان الثاني ناقض هذا

اگر (مجوسی نے اپنے وار کو، باغ بنا دیا تو اس پر
خراج ہے اگرچہ اسے عشری پانی سے سیراب کیا ہو کیونکہ
یہاں وجوب عشر متعذر ہے اس لیے کہ عشر میں عبادت
کا پہلو ہے لہذا خراج متعین ہوگا جو بطور عقوبت مجوسی
کے حال کے مناسب ہے اقول اس سے عنایہ
کے اس اعتراض کا ساقط ہونا ظاہر ہو گیا جو ہدایہ
کے قول پر ان الفاظ میں کیا کہ معترض کہہ سکتا ہے
کہ یہاں اعتبار پانی کا یا اس شخص کا ہے جس پر عشر و
خراج لازم کرنا ہے، اگر پانی کا اعتبار ہے تو مجوسی پر
عشر لازم آئے گا اور اگر شخص متکلف کا اعتبار ہو تو اس کا

لم فتح القدير باب زكوة الزروع والثمار
من الهداية " " "

مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱۹۸۲/۲
المکتبۃ العربیہ کراچی ۱۸۴/۱

اس قول سے تضاد لازم آئے گا کہ ایسی صورت میں وظیفہ کے تعین کے لیے پانی کا اعتبار کیا جاتا ہے، "مسلمان پر عشر لازم ہوتا ہے جب وہ اپنی زمین کو خراجی پانی سے سیراب کرتا ہو" اور جو سقوطیہ ہے کہ یہاں گفتگو ذمی میں ہو رہی ہے، اور جو زراہیہ ہے کہ تعین وظیفہ میں پانی کا اعتبار ہے، وہ اس صورت میں ہے جب ابتدا کسی مسلمان پر وظیفہ کا تعین کرنا ہو تو یہاں تناقض کا ثبوت ہی نہیں ہوا لہذا یہ کہہ کر جواب میں تکلف کی ضرورت نہیں کہ اعتبار تو پانی کا ہی ہوتا ہے مگر وجوب حکم کے لیے محل کا قبول کرنا شرط ہے اور کا فر ایجاب عشر کا محل نہیں کیونکہ عشر ادا کرنا عبادت ہے الخ بہر حال ہمارا مقصد حاصل ہے وہ یہ کہ حرجی پانی کے ساتھ خراج کو مخصوص کرنے کا بطلان ہے یا تو بہر حال میں یا اس صورت میں جب زمین پر کسی وظیفہ کا تقرر نہ ہوا ہو، ہاں یہ صاحب مذہب کے نزدیک

اس وقت فقط صحیح ہے جب کسی مسلمان پر ابتداء وظیفہ کا تقرر کرنا ہو۔ (د)

پھر مفتی برہ ہے کہ یہاں بھی پانی کا اعتبار نہیں بلکہ قرب و کمیس گے اگر زمین خراجی سے نزدیک ہے خراج ہوگا اگرچہ آب عشری دیا ہو، اور عشری سے تو عشر اگرچہ پانی خراج کا ہو۔ تنویر میں ہے:

لو احیاء مسلم اعتبار قریبہ۔
اگر کسی مسلمان نے زمین کو آباد کیا تو وہاں اس کے قریب زمین کا اعتبار کیا جائیگا۔ (د)

قوله (لان المؤنة في مثل هذا تدور مع الماء) (ووجب على المسلم العشرة اذا سقى ارضه بماء الخراج) وجہ السقوط ان الكلام ههنا في الذمی وما صر من دوران المؤنة مع الماء انما كان فيما فيه ابتداء التوظيف على المسلم فلا مبالغ للتناقض اصلا و لاجابة اني تجشم الجواب بما قال ان الاعتبار للماء ولكن قبول المحل شرط وجوب الكثرة والاعراض ليس بمحل لا يجاب العشر عليه لكونه عبادة الخ وكيف ما كان فمقصودنا حاصل و هو بطلان تخصيص الخراج بالماء الخراجی اما مطلقا و اما فيما لم يتقرر امرها على وظيفة نعم هو صحيح عند صاحب المذهب فيما فيه بدء التوظيف على مسلم فقط۔

له العناية مع فتح القدير باب زكوة الزروع والثمار
له تنوير الابصار متن درمختار باب العشر والخراج الخ
مكتبة فورية رضوية سكر ۱۹۸/۲
مطبع مجتبیٰ دہلی ۳۴۹/۱

روالمختار میں ہے ،

هذا عند ابی یوسف واعتبر محمد الماء فان
احياها بماء الخراج فخراجية والا فعشرية
بحر و بالاول يفتى درمنتي

یہ امام ابو یوسف کے نزدیک ہے ، امام محمد نے پانی
کا اعتبار کیا ہے ، اگر مسلمان نے زمین حشر اجمعی
پانی سے آباد کی ہے تو وہ خراجی ہوگی ورنہ عشری ،
بحر - فتویٰ پہلے قول پر ہے درمنتی ۔ (ت)

اسی میں ہے ،

وهو ما مشى عليه المصنف اولا كالكنز
وغیره وقد مه في متن الملتقى فافاد
بترجيحه على قول محمد وقال ح وهو
المختار كما في الحموى على الكنز عن
شرح قرا حصارى وعليه المتن

یہی وہ ہے جس پر پہلے مصنف چلے مثلاً کنز وغیرہ۔
اور ملتی کے متن میں اسے مقدم کیا ہے ، یہ اس بات
کو مفید ہے کہ انہوں نے اسے امام محمد کے قول پر
ترجیح دی ہے اور ح نے کہا کہ یہی مختار ہے جیسا
کہ حموی علی الکنز میں شرح قرا حصاری کے حوالے
سے ہے ، اور متون اسی پر ہیں ۔ (ت)

معهد التخصيص مان بھی لیجئے تو لشکر اسلام کا یہ قیضہ پانی پر وارد ہونا ابتداءً اسی کی خراجیت کا مفید
ہو چکا بقاء بھی خراجیت ، بقا پر موقوف رہنے کی کیا دلیل ہے ، اور پھر ظاہر کہ ہمارا کلام بقار میں ہے ،
الاتری ان الخراج يجب عقوبة على
الكفر ثم لا يحتاج في بقاءه حتى لو اسلموا
لم يسقط الخراج عن ارضهم كما نصوا
عليه قاطبة ۔
آپ جانتے ہیں کہ خراج کفر کی سزا کے طور پر واجب
ہوتا ہے پھر اپنی بقا میں اس کا محتاج نہیں تھی کہ
اگر کافر مسلمان ہو گئے تو ان کی زمینوں سے خراج
ساقط نہ ہوگا جیسا کہ اس پر فقہاء نے قطعی تصریح
کی ہے (ت)

بالجملہ جہاں تک نظر کی جاتی ہے یہاں کی ان زمینوں سے جن کا خراجی ہونا بدشروت شرعی ثابت ہو گیا بلا حرج
شرعی وجوب خراج کا اٹھانا ثابت نہیں ہوتا اور کیونکر ثابت ہو سکتا ہے کہ خراج کے لیے سبب وجوب ارض نامید
ہے اور وہ حاصل تو وجوب بھی حاصل ، ہذا یہ مسئلہ عدم اجتماع عشر و خراج میں فرمایا ،

دونوں حقوق (عشر و خراج) کا سبب ایک ہے اور وہ ارض نامی ہے، یاں عشر میں اس کا نامی ہونا عملاً اور خراج میں بالفرض ہے، یہی وجہ ہے کہ ان دونوں کی نسبت زمین کی طرف ہوتی ہے (ت)

سبب الحقیقین واحد و هو الارض النامیة
الا انه یعتبر فی العشر تحقیقا و فی الخراج
تقدیرا و لهذا یضافان الی الارض

فتح القدیر میں ہے،

قال الشافعی یجمع بینہما لانت سبب
العشر الارض النامیة بالخارج تحقیقا
وسبب الخراج الارض النامیة بہ تقدیرا
وقد تحقق سبب کل منہما ولا منافاة
بین الحقیقین فیجبان ولنا ان تعدد الحكم
واتحادہ بتعدد السبب واتحادہ وسبب
کل من الخراج والعشر الارض النامیة
ولهذا یضافان الیہا فیقال خراج
الارض وعشر الارض والاضافة دلیل
السببیة وکون الارض مع التماثل التقدری
غیر الارض مع التحقیقی مخالفة اعتباریة
لاحقیقة فالارض النامیة ہی السبب
واذا اتحد السبب اتحد الحكم ملقطا
طور پر ہے، یہاں حقیقت مخالفت نہیں تو ارض نامی ہی سبب قرار پائے گی، تو جب سبب ایک ہے تو
حکم بھی ایک ہی ہوگا اھ اختصاراً (ت)

ہنوز بعض وجہ اور ذوق فقیر میں ہیں کہ بخوف الطالت ترک کیں و فیما ذکونا کفایة واللہ ولی
الہدایة (ہم نے جو ذکر کیا یہ کافی ہے اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کا مالک ہے۔ ت) کسے دیں، اس کا

جواب ، بیان سابق سے واضح ہو گیا کہ اس کے بہت مصارف مثل مساجد و مدارس و طلبہ و علمائے ہاں موجود ہیں ان پر صرف کریں اور اگر بالفرض شکر ہی اُس کا مصرف ہوتا اور عساکر اسلامیہ سے کسی تک پہنچانے پر قدرت نہ ملتی جب بھی سقوط کے کوئی معنی نہ تھے ، خراج ذمہ مکلف پر واجب ہوتا ہے ۔ عتبار میں ہے ،
 الخراج فی ذمۃ المالك والعشرفی
 الخاسرج۔
 ہوتا ہے ۔ (ت)

فتح میں ہے ،
 العشرفی الخاسرج والخراج فی الذمۃ۔
 عشر ، پیداوار پر ہے اور خراج مالک کے ذمہ ہوتا ہے ۔ (ت)

اور وہ ایک ہی ثابت معروف شکل ملک و دین سے
 حتی لا یحل لصاحب ارض خراجیۃ اکل
 غلتها قبل اداء خراجھا کما فی التئویس
 ای فی خراج المقاسمۃ فکانہ کانت
 مالاً مشترکاً ، وللا ما رجس الخاسرج
 للخراج کما فی الدرای فی الخراج الموظف
 وقد قال فی الهدایۃ الیہن والکفالة جائزاً
 فی الخراج لانہ دین مطالب بہ
 ممکن الاستیفاء فیمن ترتیب موجب
 العقد علیہ فیہما۔
 حتی کہ خراجی زمین کے مالک کے لیے خراج کی
 ادائیگی سے پہلے اس کا غلہ کھانا حلال نہیں ،
 جیسا کہ تنویر یعنی خراج مقاسمہ میں ہے ، گویا یہ مال
 مشترک ہے اور حاکم کو خراج لینے کے لیے پیداوار کا
 روک لینا جائز ہے جیسا کہ درمیں یعنی خراج موظف میں
 ہے ، ہدایہ میں ہے رہن اور کفالتہ خراج میں
 دونوں جائز ہیں کیونکہ یہ ایسا دین ہے جس کا مطالبہ
 کیا جاسکتا ہے اور اس کا حصول بھی ممکن ہوتا ہے
 لہذا اتعاضاۓ عقد کان دونوں پر مرتب ہونا ممکن
 ہو گا ۔ (ت)

۲۸۶/۵	مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑ	باب العشروالخراج	۱۔ العنایۃ مع فتح القدر
"	"	"	۲۔ فتح القدر
۱۳۹/۱	مطبع معیناتی دہلی	باب العشرفی	۳۔ تنویر الابصار من درمختار
"	"	"	۴۔ درمختار
۱۱۶/۳	مطبع یوسفی کھنؤ	کتاب الکفالة	۵۔ الهدایۃ

اور ذمہ دین سے مشغول ہو تو بے ادایا ابرا صرف اس بنا پر کہ مستحق نہ رہا ساقط نہ ہوگا بلکہ اس کے ورثہ کو دیں گے، وہ بھی ذریعہ تو فقرا کو دے کر برائت ذمہ کریں گے خراج میں اساتذہ تنی فقرانہ ہونا ضرورت انہیں دے جانے کے منافی نہیں کما فی مسائل الدیون (جیسا کہ تمام دیون میں ہے۔ ت) کیا دیں خراج دو قسم ہے، خراج مقاسمہ یعنی بٹائی کہ پیداوار کا نصف یا ثلث یا ربع یا خمس مقرر ہو اور خراج مؤلف کہ ایک مقدار معین دے پر لازم کر دی جائے خواہ روپیہ، مثلاً سالانہ دو روپے سبکیہ اور کچھ جیسے امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غلے کی ہر عرب پر ایک صاع غلہ اور ایک درہم مقرر فرمایا، ظاہر یہ ہے کہ ان بلاد کا خراج مؤلف ہی تھا، بیت المال میں روپیہ ہی لیا جاتا نہ کہ غلہ، میوہ، نرکاری وغیرہ۔ بلکہ مدتوں سے عامہ بلاد میں سلاطین کا یہی داب معلوم ہوتا ہے، ہر ایسے میں فرمایا!

وفي ديارنا ونفقنا من الدار لهم في الاسارى
كلها وتترك كذلك ان التقدير يجب ان
يكون بقدر الطاقة من اى شئ كان
ہمارے علاقہ میں تمام زمینوں پر درہم کا قنصر
کیا جاتا ہے، اور ترکوں کے ہاں بھی یہی ہے کیونکہ
بقدر طاقت مقدار مقرر کرنا ضروری ہے چاہے وہ
جنس سے ہی ہو۔ (ت)

تو ظاہر یہاں کا خراج مؤلف ہی سمجھنا چاہئے مگر جس زمین کی نسبت ثابت ہو کہ زمان سلطنت اسلام سقی اللہ تعالیٰ عہد بائیں اس پر خراج مقاسمہ تھا، خراج مؤلف بالاتفاق مالک زمین پر ہے اور خراج مقاسمہ صاحبین کے نزدیک مزارع پر امام کے نزدیک زمیندار پر کما فی الدرر والشامیہ (جیسا کہ در اور شامیہ میں ہے۔ ت) گفتاویں، اگر مقدار معلوم ہو کہ زمان سلطنت اسلام میں سقی اللہ تعالیٰ عہد پاکیا مقرر تھا، جب تو ظاہر ہے کہ اسی قدر دیں و و شرط سے، اولاً خراج مؤلف میں جہاں جہاں مقدار مقرر فرمودہ امیر المؤمنین عسکری فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ منقول ہے وہاں اس پر زیادت نہ ہو کہ مذہب صحیح میں اس پر اضافہ کسی سلطان کو نہیں پہنچتا، زائد ہو تو زیادت نہ دیں اور جہاں کوئی مقدار امیر المؤمنین سے منقول نہیں وہاں اور خراج مقاسمہ میں نصف سے زیادت نہ ہو کہ خلاف انصاف ہے، زائد ہو تو نصف ہی دیں۔ ثانیاً اتنے کی ادا اس زمین سے اب بھی ممکن ہو ورنہ بلحاظ طاقت دیں۔

في التوزيع والتصيف عين الانصاف فلا يزداد عليه
في سد المحتاج لا يزداد عليه فيه ولا في
توزيعه من نصف دینا عین انصاف ہے لہذا اس
پر اضافہ نہ کیا جائے اور دلتھائیں ہے اس میں اضافہ

خراج المقاسمة ولا في الموظف اھ في الدر المختار
ولا في الموظف على مقدار ما وظفه عمر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ اھ في التنوير وينقص
مباوظف ان لم تطلق اھ في رد المحتار
قال في التہرید لا يزيد على النصف وينبغي ان
لا ينقص عن الخمس قاله الحدادی اھ
وكان عدم التنقيص عن الخمس غير
منقول فذكر الحدادی بحثاً لكن قال الخیر
الرملي يجب ان يحمل على ما اذا كانت تطبيق
فلو كانت قليلة الربع كثيرة المؤمن ينقص
اذ يجب ان يتفاوت الواجب لتفاوت المؤنة
كما في ارض العشر اھ مختصرات -

نہ کیا جائے اور نہ ہی خراج مقاسمہ اور خراج موظف
میں اھ و در مختار میں ہے اور نہ ہی خراج موظف میں اس
مقدار میں اضافہ کیا جاسکتا ہے جو سیدنا عرف روق
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر کی ہے اھ تنویر میں ہے اگر
طاقت نہ ہو تو مقررہ میں کمی کی جاسکتی ہے اھ و در المختار
میں ہے کہ نہ میں ہے کہ نصف سے زیادہ نہیں کیا جاتا،
حدادی نے کہا مناسب ہے خمس سے کم نہ کیا جائے اھ
اور خمس سے کم نہ کرنا منقول نہیں تو حدادی نے اسے
بطور بحث ذکر کیا ہے۔ لیکن خیر رملي نے کہا ہے کہ اسے
اس صورت پر محمول کرنا ضروری ہے جب وہ زمین طاق
رکھتی ہو، اور اگر رقبہ کم ہو مگر اخراجات اس کے
زیادہ ہوں تو پھر کم کیا جاسکتا ہے کیونکہ اخراجات کے

تفاوت کی وجہ سے واجب میں تفاوت ضروری ہوتا ہے جیسا کہ عشری زمین میں ہے اھ مختصرات
اور اگر معلوم نہ ہو کہ سلطنت اسلام میں کیا معین تھا تو ظاہراً خراج مقاسمہ و خراج موظف غیر مقرر
امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نصف دیں اور مقررات امیر المؤمنین میں اسی کا لحاظ رکھیں، غرض ہر جب کہ
پرری مقدار میں جس سے زیادت جائز نہ تھی۔

لان التنقيص انما كان يشتب بنقص الامام
ولم يشتب فلم يشتب فكان الاستقصاء فيه
فراغ الذمة يقيناً فكان الاحوط هذا كله

۲۸۶/۳	مصطفیٰ البانی مصر	باب العشر والخراج الخ	سہ رد المختار
۳۴۹/۱	مطبع مجبائی دہلی	"	سہ در مختار
"	"	"	سہ تنویر الابصار متن در مختار
۳۸۶/۳	مصطفیٰ البانی مصر	"	سہ رد المختار
۳۸۴/۳	"	"	سہ "

من اول الكلام الى هنا ما اخذه الفقير
تفقها وارجوان يكون صوابا ان شاء الله تعالى
فان اصبحت فمن الله وحده وانا حمد الله
عليه وان اخطأت فمني ومن الشيطان
وانا ابوء الى الله منه ولا حول ولا قوة الا
بالله العلي العظيم -

لے کر یہاں تک یہ گفتگو فقیر نے بطور تفقہ کی ہے اور
میں امید کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ یہ صواب ہوگی
اگر تو میں درست ہوا تو اللہ وحدہ کی طرف سے ہے
اور میں اس پر اللہ تعالیٰ کی حمد بجالاتا ہوں، اور اگر
یہ غلط ہے تو میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے
ہے اور میں اس سے برأت کا اعلان کرتے ہوئے
اپنے اللہ کے دامن میں آتا ہوں ولا حول ولا قوة الا باللہ
العلی العظیم۔ (ت)

ولیفہ مقررہ فاروقیہ جریبہ سالانہ یہ ہے ہر قسم غلے پر اسی سے ایک صاع اور ایک درہم اور کھال یعنی خربوزے
تربوز کی پالیزوں، کھیرے گلڑی، مینگن، و امثالہا کی باڑیوں پر پانچ درہم انگور و خرما کے گھنے باغوں پر جن کے اندر
زراعت نہ ہو سکے۔ دس درہم ان کے ماوراء میں وہی تقدیر طاقت ہے جس کی انتہا نصف تک پھر ان اقسام
میں حیثیت زمین و قدرت کا اعتبار ہے جو زمین جس چیز کے ہونے کی لیاقت رکھتی ہو اور یہ شخص اس پر قادر ہو اس
کے اعتبار سے خرما ادا کرے مثلاً انگور بوسکتا ہے تو انھیں کا خرما دے اگرچہ گینوں ہوئے ہوں، اور گینوں
کے قابل ہے تو اس کا خرما دے، اگرچہ جو ہوئے ہوں ہر حال میں خرما سال بھر میں ایک ہی بار یا بجائے گا اگرچہ
سال میں چار بار زراعت کرے یا باوصف قدرت بالکل معطل رکھ چھوڑے اور یہ جریب انگریزی گز سے کران
بلاد میں رائج ہے (جس کی مقدار سو گز گرہ ہے ہر گرہ تین انگل) پینتیس گز مسطح ہے یعنی ۵۳ گز طول ۵۳ گز عرض
اور صاع دو سو ستر تو لے ہے یعنی انگریزی روپیہ سے دو سو اٹھاسی روپیہ بھر کہ رامپور کے سیرے پورے تین تیر
ہوئے اور دس درہم کے عصب ۹ پائی یعنی دو روپے پونے تیر و آنے اور پانچواں حصہ پیسے کا پانچ درہم کے
عصب ۳ پائی ایک درہم کے ۱۹ پائی یعنی ۱۲ پائی کم ساڑھے چار آنے۔

درختان میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے
ہر جریب میں ایک صاع گندم یا جو مقرر فرمائے اور
جریب طلاء و عواض ساٹھ ذراع کا ہوتا ہے اور ہر ذراع سات
مسطحوں کا ہوتا ہے اور صحیح یہ ہے اس زمین سے
جو کچھ پیدا ہو رہا ہے اسی سے ولیفہ ادا کیا جائیگا
جیسا کہ کافی، شربلا لیب میں اور اسی کی مثل بحر میں ہے

في الدار المختار وضع عمر رضي الله تعالى عنه
لكل جريب هوستون ذراعافى ستين بذراع
كسرى سبع قبضات صاعا من براوشعير
(والصحيح انه ممايزمى فى تلك الامرض
كما فى الكافى شربلا لية و مثله
فى البحر) و درهما من اجود

اور نقد میں سے ایک درہم لازم ہوگا جس کا وزن سات مثقال ہو جیسا کہ زکوٰۃ میں ہوتا ہے، بحر اور سبزیات (اور وہ کھیرے، تر، خربوئے، بینگن اور ایسی دیگر اشیاء) کی جریب میں پانچ درہم، انگور اور خرما کے گھنے بانوں (یہ قید دونوں کے لیے ہے) میں دس درہم ہے اور جس میں سینہ نا عر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کوئی وظیفہ مقرر نہیں فرمایا مثلاً زعفران، اور وہ باغ جس میں متفرق درخت ہوں اور وہاں کاشت کرنا ممکن ہو تو طاقت کے مطابق وظیفہ ہوگا اور انتہائی طاقت نصف پیداوار ہے کیونکہ نصف ادا کرنا عین انصاف ہے اہ مختصراً، بان قوسین کے اندر رد المحتار سے اضافہ میری طرف سے کیا گیا ہے اور درمیں ہے کہ اگر کسی نے اعلیٰ پر قادر ہوتے ہوئے ادنیٰ کو کاشت کیا مثلاً زعفران، تو اس پر اعلیٰ کا خراج ہوگا، یہ جان تو لیا جائے مگر اس پر فتویٰ نہ دیا جائے تاکہ ظالم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ رد المحتار میں عنایہ کے حوالے سے یہ رد کیا گیا ہے کہ ایسی بات کا چھپانا کیسے جائز ہو سکتا ہے اور اگر ظالم لیتے ہیں تو وہ تھیک کرتے ہیں کیونکہ وہ واجب ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر ہم اس پر فتویٰ دیتے ہیں تو ظالم ہر زمین کے بارے میں یہ دعویٰ کرے گا کہ اس سے پہلے اس میں زعفران بویا جاتا تھا اگرچہ

النقد (وزن سبعة كما في الزكوة بحر) ولجرب الرطبة (وهي القشاة والخيار والبطيخ والبادنجان وما جرى مجراه) خمسة دراهم ولجرب الكرم او النخل متصلة اقيد فيهم كضعفها وما ليس فيه توظيف عمر كزعفران وبستان فيها اشجار متفرقة يمكن الزرع تحتها طاقته وغاية الطاقة نصف الخراج لان المتصنيف عين الانصاف اھ مختصراً مزيداً ما بين الاهلة من رد المحتار وفي الدر لو تزرع الاخشاد اعلیٰ اعلیٰ كزعفران فعليه خراج اعلیٰ وهذا يعلم ولا يفتى به كيلا يتجرى الظلمة في رد المحتار عن العناية رد بانہ كيف يجوز الكتمان وانهم لو اخذوا كانت في موضعه لكونه واجبا واجيب باننا لو اختلفنا بذلك لادعى كل ظالم في ارضه ليس شأنها ذلك انها قبل هذا كانت تزرع الزعفران فياخذ خراج

باب العشر والخراج الخ

۱

۲

مطبع مجتہاتی دہلی ۳۲۹/۱

مطبع البانی مصر ۲۸۵-۸۶/۳

مطبع مجتہاتی دہلی ۳۵۰/۱

ک در مختار

رد المحتار

ک در مختار

ذَٰلِكَ وَهُوَ ظَلَمٌ وَعَدْوَانٌ ۗ وَالْفُظْ لِلْفَتْحِ
 قَالَ لَا يَفْتِي بِهَذَا الْمَافِيهِ تَسْلُطُ الظُّلْمَةُ عَلَى
 أَمْوَالِ الْمُسْلِمِينَ أَذِي دَعَى كُلَّ ظَالِمٍ أَنْ أَرْضَهُ
 تَصْلِحَ لِرِاعَةِ الزُّعْمَرَانِ وَنَحْوِهِ وَعِلَاجُهُ
 صَعْبٌ ۖ أَحَدٌ قَتَلَ وَالَّذِي يُوَدِّي بِنَفْسِهِ وَلَا جَائِزَ
 كُنَافِي بِلَادِنَا فَلَا يَخْشَى ذَٰلِكَ فَلِذَا عُولَتْ عَلَى
 مَاهُنَاكَ وَفِي الْهَدَايَةِ أَنْ غَلِبَ عَلَى أَرْضِ الْخُرَاجِ
 الْمَاءُ وَانْقَطَعَ الْمَاءُ عَنْهَا وَاصْطَلَمَ الزَّرْعُ آفَةً
 فَلَا خُرَاجَ عَلَيْهِ، وَأَنْ عَطَّلَهَا صَاحِبُهَا فَعَلَيْهِ
 الْخُرَاجُ، وَلَا يَتَنَكَّرُ الْخُرَاجُ بِتَنَكُّرِ الْخَاسِرِ
 فِي سَنَةِ آهٍ بِالْإِنْقِطَاعِ، وَاللَّهُ سَبْحَانَهُ وَتَعَالَى.
 تَوَاسَّ عَلَى خُرَاجٍ نَهْوُكَ أَوْ لَمْ يَكُنْ فِي زَمَنِ كَوْنِهِ مَعْلُومًا
 پید او پر خراج نہ ہوگا اور اختصاراً، واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم (د)

مسئلہ از موضع سریناں ضلع بریلی مسئلہ امیر علی صاحب قادری ۲ رجب ۱۳۳۱ھ

زید دریافت کرتا ہے کہ اُم کی بہار میں کس صورت سے دسواں حصہ نکال کے فروخت کر سکتا ہے جس سے
 فروخت فضیلت نہ ہو۔

الجواب

بہار اس وقت یعنی چاہے جب پھل ظاہر ہو جائیں اور کسی کام کے قابل ہوں، اس سے پہلے بیع جائز نہیں
 اور اس وقت اُس میں عشر واجب ہوتا ہے پھل اپنی حد کو پہنچ جائیں کہ اب کچے اور ناتمام ہونے کے باعث ان کے
 بچھڑنے، ٹوٹنے، مٹ جانے، مارے جانے کا اندیشہ نہ رہے اگرچہ ابھی توڑنے کے قابل نہ ہوئے ہوں، یہ حالت جس کی ملک
 میں پیدا ہوگی اُسی پر عشر ہے، بائق کے پاس پھل ایسے ہو گئے تھے اُس کے بعد بیچ تو عشر بائق پر ہے، اور جو اس حالت

۲۸۹/۳

مصطفیٰ البانی مصر

باب العشر والخراج

لہ رد المحتار

۲۸۵/۵

مکتبہ فوریر رضویہ سکھر

"

لہ فتح القدیر

۵۴۳/۲

المکتبۃ العربیۃ کراچی

"

لہ البدایۃ

ایک پہنچے پہلے کیے بیچ ڈالے اور اس حالت پر مشتری کے پاس پہنچے تو عشر مشتری پر ہے بعینہ ہی حکم کھیتی کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

جانوروں کی زکوٰۃ

مسئلہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جانور ای حسب ذیل پر جو کہ قرض کا ششکاری میں ہیں اور تجارت کی غرض سے نہیں ہیں اور سال میں زیادہ حصہ جنگل میں چرتے ہیں اُن پر زکوٰۃ دینی چاہئے یا نہیں؟ بینوا اتوجبروا۔ تفصیل، بیل ۱۸، گائے ۲۱، بچہ گائے ۲ سال کے ۱۳، بچہ اندر ایک سال ۳، بھینس ۲، بھینس نانا اندر ۲ سال کے بچے بھینس یکم از ایک سال ۲، بھینس ۶ - بھینس ۶ - کل ۶۷ راس۔

الجواب

اونٹ، گائے، بھینس، بکری، بھیڑ، زرخوار مادہ خواہ دونوں مخلوط، جبکہ قدر نصاب ہوں ذکر اونٹ میں پانچ، گائے بھینس میں تیس، بھیڑ بکری میں چالیس ہے، اور بونے جوتے لادنے، کھانے کے لیے نہ رکھے گئے ہوں بلکہ تمام حاجات اہلیہ سے فارغ صرف دودھ یا نسل یا قیمت بڑھنے کے لیے پالے جاتے یا شوق پرورش و فریبی کے واسطے ہوں اور سال کا اکثر حصہ جنگل میں چھوٹے بونے چرنے پر اکتفا کرتے ہوں اور اُن پر سال پورا گزرے اور تمامی سال کے وقت وہ سب جانور ایک نوع کے یعنی سب اونٹ یا سب گائے بھینس یا سب بھیڑ بکری ایک سال سے کم کے نہ ہوں بلکہ اُن میں کوئی ایک سال کامل کا بھی ہو اگرچہ ایک ہی ہو تو ان پانچوں باتوں کے اجتماع سے ان کی زکوٰۃ دینی فرض ہوگی ورنہ نہیں۔ زکوٰۃ میں گائے بھینس ایک ہی نوع ہیں اور ان کا حساب زکوٰۃ یہ ہے کہ تیس سے کم پر کچھ نہیں، تیس پر ایک بچہ دو سال کامل کا، پھر اُسٹھ تک سبھی واجب رہے گا، ساٹھ پر کہ دو تیس کا مجموعہ ہے انہر تک دو بچے ایک سالہ، شتر پر کہ ایک تیس اور ایک چالیس کا مجموعہ ہے، اناسی تک ایک بچہ ایک سالہ ایک دو سالہ، اسی پر کہ دو چالیس ہیں سو اسی تک دو بچے دو سالہ، فوسے پر کہ تین تیس ہیں ننانوے تک تین بچے ایک سالہ، سو پر کہ دو تیس اور ایک چالیس ہے ایک سو نو تک دو بچے ایک سالہ ایک دو سالہ، ایک سو دس پر کہ ایک تیس دو چالیس ہے ایک سو اسی تک ایک بچہ ایک سالہ، ایک سو بیس پر کہ چار تیس سمجھ لو چاہے تین چالیس ایک سو انتیس تک چار بچے ایک سالہ دس چاہے تین بچے دو سالہ۔ اسی قیاس پر ہر تیس پر ایک بچہ یک سالہ، اور ہر چالیس پر ایک بچہ دو سالہ لازم آتا جائے گا اور دیانتوں کے بیچ میں جو اکائیاں نو تک آتی جائیں گی سب معاف ہوں گی اور گائے بھینس مخلوط ہوں تو جو گنتی میں زیادہ ہو اُسی کا بچہ یک سالہ یا دو سالہ لیں گے، اور برابر

ہوں تو ان میں جو قسم اعلیٰ ہے اس کا ادنیٰ لیا جائے گا یا ادنیٰ کا اعلیٰ۔ یونہی بھیج کر ہی مخلوط ہونے میں، مثلاً ایک شخص کے پاس پندرہ پندرہ گائے بھینسیں ہیں جن میں ایک ایک سال کے متعدد بچے دونوں قسم کے ہیں، کوئی زیادہ فریب کوئی ہلکا کوئی متوسط، تو جہاں گائے کا بچہ زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہو تو ان کیسہ لہجوں میں سب سے ہلکایا بھینس کے کیسہ لہجوں میں سب سے فریب لیا جائے گا اور جہاں بھینس کا بچہ بیش قیمت ہو تو اس کے ایک سالہ بچوں میں سب سے ہلکایا لگائے کے ایک سالہ بچوں میں سب سے فریب دیا جائے گا۔ تنزیہ الالبصار ودر مختار میں ہے:

ساتھ وہ چوپایہ ہے جو سال کا اکثر حصہ باہر چر کر گزارا کرے، اگر ایسا جانور کسی نے دودھ، نسل اور گھئی کے لیے رکھا ہو، بدائع میں ہے کہ اگر گوشت کے لیے ہو تو زکوٰۃ نہیں جیسا کہ اگر کسی نے بوجھ لادنے یا سواری کے لیے رکھا تو زکوٰۃ نہیں، اگر تجارت کیلئے ہے تو اس میں زکوٰۃ ہوگی (اگر نصف سال چارہ والا تو وہ جانور ساتھ نہ ہوگا) اس میں زکوٰۃ نہ ہوگی کیونکہ موجب میں شک ہے (گائے) بھینس (کانشہ) (تیس ہے ان میں) (تیس) ایک سال کا و اجنبی ہوگا (یا تبعہ) اس کی نثر (اور چالیس میں ایک من دو سال یا ایک من) اس پر اضافہ میں کوئی شے نہیں، (ساتھ تک پھر ساٹھ پر تیس میں جو کچھ تھا اس کا دوگنا لازم ہے اور اس پر قوتی ہے) پھر تیس پر ایک تبعہ اور ہر چالیس پر ایک منہ ہوگا مگر اس صورت میں جب تداخل ہو جائے مثلاً تعداد ایک سو بیس ہوگی تو اب اختیار ہے چار تبعہ دے دے یا تین منے، اسی طرح آگے کا معاملہ ہے (محنت و مشقت لینے والے

(السائمة المکتفية بالرعي اکثر العام لقصد الذر والنسل) والسنن فی البدائع لو اسامها للحم فلا زکوٰۃ کما لو اسامها للحمل والاکوب، ولو القیارة فلیزکوٰۃ التجارة (فلو علقها نصفه لا تکون سائمة) فلا زکوٰۃ للشک فی الموجب (نصاب البقر والجوامس ثلاثون سائمة وفيها تبیع ذو سنة) كاملة (او تبیعة) انشاء (وفي اربعین مسن ذو سنتین او مسنة) ولا شی فیما زاد (الی ستین ففیها ضعف ما فی ثلاثین) وعلیه الفتوی (ثم فی کل ثلاثین تبیع وفي کل اربعین مسنة الا اذا تعد اخلا كماثة وعشرین فیخیر بین اربع اربعة و ثلاث مسنات و هکذا) ولا شی فی عوامل وحمل (بفتحین ولد

الثاة (وفصیل) ولد الثاة (وعجول)
بونرن ستور ولد البقرة وصورتہ ان یسوت
کل الکباس ویتم الحول علی اولادھا الصغار
الاتباع لکبیر (ولو احدا) لا فی (عفو)
وهو ما بین النصب فی کل الاموال اھ ملخصا
ملقطا۔

روا مختار میں ہے ،

الجاموس ہونوع من البقر كما فی المغرب
فہو مثل البقر فی الزکوۃ والاضحیۃ و
الربا ویکمل بہ نصاب البقر وتوخذ الزکوۃ
من اغلبہا وعند الاستواء یوخذ اعلی
الادنی وادنی الاعلیٰ نھر، وعلیٰ هذا الحكم
البلغت والعراب والضان والمعز، ابن
مک۔

اسی میں ہے ،

النصاب اذا کان ضا یا یوخذ الواجب من
الضان ولو معز اقمن المعز ولو متھما
فمن الغالب ولو سوا فمن ایھما شاء
جوہرۃ ای فیعطی ادنی الاعلیٰ او اعلیٰ الادنی
کما قد مناک۔

جانوروں ، بکری کے بچوں ، اونٹنی کے بچوں اور گائے
کے بچوں میں زکوۃ نہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ
بڑے جانور مرتعے میں اور سال ان کے چھوٹے بچوں
پر مکمل ہوتا ہے (تو اب زکوۃ نہیں) مگر اس صورت
میں بڑے موجود ہوں تو ان کی اتباع میں زکوۃ ہوگی
اگرچہ بڑا ایک ہو اور عفو میں زکوۃ نہیں ، اور یہ تمام
اموال میں نصابوں کے درمیان حصہ کو کہا جاتا ہے ملخصا۔

بھینس ، گائے کی ایک نوع ہے جیسا کہ مغرب میں
ہے لہذا یہ زکوۃ ، قربانی اور بایں گائے کے حکم
میں ہوگی ، اس سے گائے کا نصاب مکمل ہو جاتا
ہے اگر گائیں غالب ہوں تو زکوۃ لی جائے گی اور
اگر برابر ہوں تو ان میں جو قسم اعلیٰ ہے اس کا ادنیٰ لیا جائیگا
یا ادنیٰ کا اعلیٰ ، نھر۔ اور اسی کے حکم میں بچے اور عربی
اونٹ ، بھیر اور بکری وغیرہ ہوتے ہیں ، ابن المک۔

نصاب اگر بھیر کا ہے تو بھیر ہی وصول کی جائے اور
اگر نصاب بکری کا ہے تو بکری ہی لی جائے گی اور اگر
دونوں سے نصاب ہے تو بھیر غالب کا اعتبار ہوگا
اور دونوں برابر ہوں تو جس سے چاہئے لو ، جوہرہ۔
یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ یا ادنیٰ سے اعلیٰ لیا جائیگا۔ جیسا
کہ ہم نے پہلے بیان کر دیا ہے (ت)

۱۳۳/۱

مطبع مجتہبی دہلی

۱۹/۲

مصطفیٰ البابی مصر

۲۰/۲

باب زکوۃ الغنم

باب زکوۃ البقر

باب زکوۃ الغنم

لہ در مختار

لہ روا مختار

لہ

عالمگیر میں ہے :

ادفی السن الذی یتعلق بہ وجوب الزکوۃ
فی الابل بنت مخاض و فی البقر تبلیع ، و فی
الغنم هو الشیء کذا فی شرح الطحاوی املہ ملتقطاً

نم از کم وہ عمر جس کے ساتھ اونٹوں میں زکوۃ متعلق
ہوتی ہے بنت مخاض ہے ، گائے میں تبلیع ، اور
بھیر بکریوں میں شئی ، جیسا کہ شرح الطحاوی میں ہے اھ
اختصاراً (د)

در مختار میں ہے :

بنت مخاض ہی التي طعنت فی السنة الثانية
وتبلیع ذو سنة كاملة ، والشیء من الضان
والعمر هو ما تمت له سنة اھ بالالتقاط ۔

بنت مخاض ، جو عمر کے دوسرے سال میں داخل ہو ۔
تبلیع ، ایک سال کی عمر ۔ اور بھیر و بکری میں شئی وہ ہوتا ہے
جس پر سال مکمل ہو جائے اھ اختصاراً (د)

ہندیہ میں ہے :

السوائم تجب الزکوۃ فی ذکورھا و اناثھا
و مختلطھما و السائمة ہی التي تسام فی
البزاري لقصد الدار و النسل و الزیادة فی
الثمن و السمن کذا فی محیط السرخسی ۔

سائمہ چاروں مذکر و مؤنث اور ان دونوں کے اختلاط
پر زکوۃ ہے ۔ اور سائمہ وہ چوپائے ہوتے ہیں جو
جنگل میں چریں اور ان سے مقصد دودھ ، نسل ،
ثمن میں اضافہ اور گھي کا حصول ہو ۔ محیط سرخسی میں
اسی طرح ہے ۔ (د)

جب یہ قواعد معلوم ہوئے ، حکم سلسلہ مسئلہ واضح ہو گیا ۔ اٹھارہ میل اور دو بھینسے کہ کاشتکاری کے لیے ہیں
ان پر کچھ نہیں ، اور ایک سال سے کم کے بچے اگرچہ خود میل و جوب نہیں مگر ایک سالہ کے ساتھ مل کر ان پر بھی وجوب ہوتا ہے ،
توسب جانور سینٹا لیس ہوئے جن پر ایک بچہ دو سال کامل کی عمر کا واجب ہے اور از انجا کہ ان میں زیادہ گائے
ہیں تو یہ دو سالہ گائے کا ہی بچہ دیا جائے گا بھیر اہو خواہ بچھیا ، اور ازاں جا کہ ان میں زیادہ مادہ ہیں سینٹا لیس
میں اکیس گائے ہیں اور دو بھینسیں پوری دو جھوٹیاں ۔ تو افضل یہ ہے کہ دو برس کامل کی بچھیا زکوۃ میں دے ،
فی الہندیۃ عن التتاسر خانۃ عن العتابیۃ ہندیہ میں ستار خانہ سے عتابیہ سے ہے گائے

۱۷۷-۷۸/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	۱۷۷-۷۸/۱	لے فتاویٰ ہندیۃ
۱۳۳ تا ۱۳۱/۱	مطبع مجتہبائی دہلی	۱۳۳ تا ۱۳۱/۱	۱۳۳ تا ۱۳۱/۱
۱۷۶/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	۱۷۶/۱	۱۷۶/۱

الباب الثانی فی صدقۃ السوائم فصل ثانی
باب نصاب الابل و زکوۃ البقر و زکوۃ الغنم
الباب الثانی فی صدقۃ السوائم

الافضل في البقر ان يؤدى من الذكور التبعيه ومن
الاشيئ التبعيه - والله سبحانه وتعالى اعلم -

میں افضل یہ ہے کہ مذکر میں تبعیہ اور مویش میں تبعیہ
وایا جائے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ اگر نذر بہرائچ محلہ چھاؤنی مکان مولوی مشرف علی صاحب مرسلہ سید حسین صاحب دامت برکاتہم
۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں لطف اللہ بہم اجمعین زکوٰۃ کن کن مصارف میں دینا جائز ہے؟ بینوا تو حرام۔

الجواب

مصنف زکوٰۃ پر مسلمان حاجت مند جسے اپنے مال ملکوت سے مقدار نصاب فارغ عن الخواج الاصلیہ پر دسترس نہیں
 بشرطیکہ کہ بائشمی ہو نہ پانچویں حصہ اپنی عورتوں اگرچہ طلاق مغلطہ دے دی ہو جب تک عدت سے باہر نہ آئے، نہ وہ جو
 اپنی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، نہ وہ جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ، دادا دادی
 نانا نانی اگرچہ اصلی و فرعی رشتے عیاذ باللہ بذریعہ زمانہ ہوں، نہ اپنا یا ان پانچوں قسم میں کسی کا ملک اگرچہ مکاتب ہو
 نہ کسی غنی کا غلام غریب نہ مرنے والی کا نابالغ بچہ، نہ بائشمی کا آزاد بندہ، اور مسلمان حاجت مند بھنے سے کا فروغی پہلے ہی
 خارج ہو چکے۔ رسول اللہ شخص میں جن میں زکوٰۃ دینی جائز نہیں، ان کے سوا سب کو روا۔ مثلاً بائشمی بلکہ غایہ عورت کا بیٹا جبکہ
 باپ بائشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے، بعض تہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھے اور باوجود
 تقسیم اس پر اصرار کرتے ہیں بلکہ حدیث صحیح مستحی لعنت الہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ تعالیٰ وقد اوضحنا ذلک فی
 فتاواننا (اللہ تعالیٰ کی پناہ اور ہم نے اسے اپنے فتاویٰ میں خوب واضح کر دیا ہے۔ ت) اسی طرح غیر بائشمی کا
 آزاد شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا اپنے اصول و فرع و زوج و زوجہ و بائشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا
 زن غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ تہیم ہو یا اپنے بہن بھائی، چچا، چچوچی، خالہ، ماموں بلکہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے،
 زکوٰۃ وصلہ رحم یا اپنی بیویا و اماں یا ماں کا شوہر یا باپ کی عورت یا اپنے زوج یا زوجہ کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا
 روا، جبکہ یہ سولہ اول سولہ سے نہ ہوں، زانچہ کہ انھیں ان سے مناسبت ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں ہی
 عدم جواز کا وہم جاتا لہذا فقیر نے انھیں با تفصیل شمار کر دیا اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل،
 ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے سکین کہتے ہیں۔
 دوم مال ہو مگر نصاب سے کم، یہ فقیر ہے۔

سوم نصاب بھی مگر حوائج اعلیٰ میں مستغرق جیسے مدیون۔

چہاں مگر حوائج سے فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں، جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اسے لینا روا نہیں۔ یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پردین منجمل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اسے کھانے پینے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس نہیں بالحد بلکہ دار کا جتنی مدد یعنی نہ کو رہے تو جو نصاب مذکور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پاسکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوٰۃ جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنی بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے، اگر ہاشمی نہ ہو۔ پھر دینے میں تمہیک شرط ہے، جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھلا کر کھلا دینا یا میت کے لکھن دفن میں لٹکانا یا مسجد کھنواں، خالقہ، مدرسہ، پل سرائے وغیرہ بنانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اس کے وہی سطلے میں جو ہمارے فتاویٰ میں مسطور ہیں،

یہ اس تمام گفتگو کا خلاصہ ہے جس پر تنویر الابصار، درمختار، رد المحتار اور دیگر کتب معتبرہ میں معاملہ کو ثابت کیا ہے اور ہم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس کی سب سے اچھی ٹھیں کی ہے، شاید یہ ہمارے علاوہ کہیں نہ ملے واللہ الحمد۔ اور جس شخص کو اس باب میں شک ہو وہ ان اصول و کتب کی طرف رجوع کرے خواہ

هذا كله ملخص ما استقر عليه المصنف
تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار
وغیرها من معتبرات الاسفار وقد لخصناه
بتوفیق اللہ تعالیٰ احسن تلخیص لعلہ لا یوجد
من غیرنا ولله الحمد ، فمن شك فی شیء من
هذا فلیراجع الاصول التي سمینا

عہ اگر دین محل خواہ ابتداءً ہے یا یوں کہ اجل مقرر ہوئی تھی گزر چکی اور مدیون غنی مقرر حاضر ہے تو یہ صورت دسترس کی ہے اور یاد رکھنا چاہئے کہ قرض جسے لوگ دست گرداں کہتے ہیں شرعاً ہیئت معجل ہوتا ہے، اگر ہزار ہند و سپان و وثیقہ تمسک کے ذریعہ اس میں میعاد قرار پائی ہو کہ اتنی مدت کے بعد دینا جائے گا اس سے پہلے اختیار مطالبہ نہ ہوگا اگر مطالبہ کرے تو باطل و نامسعود ہو وغیرہ ہزار شرطیں اس قسم کی کر لی ہوں تو وہ سب باطل ہیں اور قرض دہندہ کو ہر وقت اختیار مطالبہ ہے،

کیونکہ یہ تبرع ہے اور تبرع میں جبر نہیں۔ اشیاء، در اور دیگر کتب میں یہ تصریح ہے کہ ادا کی گئی قرض کا وقت مقرر کرنا صحیح نہیں ۱۲ منہ مغفرہ (ت)

لانه تبرع ولا جبر علی التبرع وقد نص فی الاشباہ
والدر وغیرہا انه لا یصح تاجیل القرض ۱۲ منہ
مغفر له (م)

ان کے ہم نے نام لیے ہیں یا نہیں، ان میں سے بعض ایسی نصیحتیں کے ذکر میں بھی کوئی عرج محسوس نہیں کرتے جنہیں مخفی یا نامور سمجھا گیا ہے۔ رد المحتار میں ہے یہ تمام اولاد کو شامل ہے خواہ وہ نکاح کی وجہ سے ہو یا زنا کی وجہ سے لہذا اولاد زنا کو بھی زکوٰۃ نہیں دی جائیگی البتہ اور اسی میں ماٹن کے قول "یا ان کے درمیان زوجیت کا رشتہ ہو خواہ وہ مہانتہ ہو یعنی خواہ وہ تین طلاق ہو جائے پر عدت بسر کر رہی ہو، یہ تہر میں معراج الدرایہ سے ہے اور اسی میں ماٹن کے قول "زکوٰۃ دینے والا اپنے غلام کو نہ دے خواہ وہ مکاتبہ کے تحت ہے" اور اسی طرح اس غلام کا حکم جس کے اور زکوٰۃ دینے والے کے درمیان رشتہ اولاد یا زوجیت ہو، اس دلیل کے پیش نظر جو بجز اور فتح میں ہے اور اسی میں ماٹن کے قول "بکلاف غنی عورت کے بچے کے کہ اسے دینا جائز ہے یعنی اس کا والد نہ ہو، یہ بجز میں قنید سے ہے اور اسی میں ہے کہ اولاد کی قید اسی لیے ہے کہ باقی اقارب مثلاً بھائی بہنیں، چچا اور خالو اگر فقراء ہوں تو انہیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ یہ لوگ زکوٰۃ کے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ یہاں صلہ رحمی اور صدقہ و گنجین جمع ہو جاتی ہیں، اپنے والد اور بیٹے کی بیوی اور اپنے داماد کو زکوٰۃ جائز ہے تاکہ رعایتیہ اور ملخصاً اور اسی میں کتاب الوصایا سے ماٹن کے قول "فقط

او لم نسم نعم لاباس ان نورد بنصوص بعض ما یکاد یخفی او یتغیر بفقر رد المحتار شمل الولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولده من الزنا الخ وفيه تحت قوله او بینهما زوجية ولو بناینة اعم فی العدة ولو بثلاث نهر عن معراج الدرایہ وفيه تحت قوله ولا الی مملوك المذک ولو مکاتباً وکذا مملوك من بینه و بینہ قرایة ولاد او زوجية لما قال فی الفتحة الخ وفيه تحت قوله و بخلان طفل الغنیه فیجوز اعم ولو لم یکن له اب بحر عمت القنیة اه وفيه و قید بالولاد لجوازہ لبقیة الاقارب کالاخوة والاعمام والاحوال الفقراء بل هم اولی لانه صلة و صدقة و یجوز دفعها لزوجة ابیه و ابنه و و نروج ابنته، تاکثر خانیہ اه ملخصاً وفيه من کتاب الوصایا تحت قوله الشرف

من الام فقط غير معتبر، يؤيد
قول الهندية عن البدائع فثبت ان
الحسب والنسب يختص بالاب دون الام
فلا تحرم عليه الزكوة ولا يكون كفواً
لها بشمية ولا يدخل في الوقف على
الاشرف ط اه وفيه وقال في الفتح ايضاً
ولا يحل له اى لابن السبيل ان
ياخذ اكثر من حاجته، قلت وهذا
بغلاف الفقير فانه يحل له ان ياخذ
اكثر من حاجته وبهذا افاق ابن
السبيل كما افاد في الذخيرة اه وفيه تحت
قوله ومنه مالو كان ماله مؤجلاً اى اذا
احتاج الى النفقة يجوز له اخذ الزكوة
قد مكفايته الى حلول الاجل ثم من الثانية
اه، وفيه تحت قوله او على غائب اى
ولو كان حال عدم تمكنه من اخذ ط اه
وفيه تحت قوله او معسوا وواحد ولو له
بينة في الاصح، فيجوز له الاخذ في الاصح
الاقاويل لانه بمنزلة ابن السبيل
ولو موسراً معترفاً لا يجوز كما في الثانية
اه، وفيه تحت قوله و
في سبيل الله وهو منقطع

ماں کی وجہ سے شرف معتبر نہیں“ کے تحت ہے کہ
ہندیہ نے بدائع سے جو لکھا ہے وہ اس کا مؤید ہے
تو ثابت ہو گیا کہ حسب و نسب والد کے ساتھ مختص
ہے نہ کہ ماں کے ساتھ اس پر زکوٰۃ حرام نہیں
اور نہ ہی وہ ہاشمی کا کفو بنے گا اور سادات پر وقف
میں شامل نہ ہو گا۔ اور اسی میں ہے فتح میں بھی ہے
کہ اس (مسافر) کے لیے ضرورت سے زائد لینا جائز
نہیں میں کہتا ہوں بغلاف فقیر کے کہ اس کے لیے
ضرورت سے زائد لینا جائز ہے، اسی سے فقیر اور
مسافر کے درمیان فرق واضح ہو گیا، جیسا کہ اس کا
بیان ذخیرہ میں ہے اه اور اس میں ماتن کے قول
”اور اسی ہی صورت وہ ہے جس میں مال کے حصول کیلئے وقت
مقرر ہو یعنی فوج کی ضرورت ہو تو وقت مقرر آنے تک
بعد رکھنا زکوٰۃ لینا جائز ہے یہ نہر میں غائب سے
ہے اور اس میں ماتن کے قول ”یا وہ قرض کسی غائب پر“
کے تحت ہے یعنی اگرچہ قرضہ حالی ہو کیونکہ اس وقت اس
کے حصول پر قادر نہیں اور اسی میں ماتن کے قول ”یا
مقرض تنگ دست یا منکر ہو اگرچہ اصح قول کے
مطابق گواہ بھی ہوں“ کے تحت ہے کہ اصح قول کے
مطابق ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے کیونکہ وہ مسافر
کی طرح ہے اور اگر مقرض امیر اور معروف ہو تو جائز
نہیں جیسا کہ غائبہ میں ہے اه اور اسی میں ماتن کے

الغزاة وقيل الحاج وقيل طلبه العلم و
 فسر في البدائع بجميع القرب ، قال في
 النهر والخلف لفظي للاتفق على ان
 الامتنان كلهم سوى العامل يعطون
 بشرط الفقر (مخلصاً) وفيه تحت
 قوله وبهذا التعليل يقوى ما نسب للواقعات
 من ان طالب العلم يجوز له اخذ الزكوة
 ولو غنيا اذا فرغ نفسه لافادة العلم واستفادة
 هذا الفرع مخالفت لاطلاقهم الحرمة
 في الفتوى ولم يعتمد احد طائفت وهو
 كذلك والوجه تقييده بالفقير الى
 اخر ما افاد عليه رحمة الجواد - والله
 سبحانه وتعالى اعلم -

قول "اور اللہ کی راہ میں" سے مراد وہ غازی ہیں جن
 کے پاس جہاد کا خرچہ نہیں، بعض نے حاجی قرار دیا،
 بعض کے نزدیک طلبہ مراد ہیں۔ بدائع میں اس کلمہ
 کی تفسیر تمام ثواب والے کام سے کی ہے، نہر
 میں ہے کہ اختلاف لفظی ہے کیونکہ اس بات پر سب
 کا اتفاق ہے کہ عامل کے سوا تمام مصارف پر تب
 خرچ کیا جائے گا جب وہ فقیر ہوں اور اسی
 میں مان کے قول "اس علت کے بیان سے واقعات
 کی طرف منسوب اس قول کی تقویت ہو جاتی ہے کہ طالب علم
 کو زکوٰۃ لینا جائز ہے خواہ وہ غنی ہو بشرطیکہ اس نے
 اپنے آپ کو علم پڑھانے اور پڑھنے کے لئے مختص کر رکھا
 ہو کہ یہ تفریق فقہاء کرام کے حرمت زکوٰۃ کو غنی کے لئے
 مطلق رکھنے کے خلاف ہے جبکہ اس پر کسی نے اعما و نہیں
 کیا، ظاہر میں کہتا ہوں یہ معاملہ یونہی ہے، موزوں یہی ہے کہ طالب علم کو فقیر ہونے سے متعید کیا جائے (ان کے افادہ کے آخر تک)
 ان پر اللہ تعالیٰ جزاؤں کی رحمت ہو، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم (ت)

منہ ۹۰ شہر، ہرارج محلہ ناظم پورہ مستولہ حکیم محمد عبدالوکیل صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی زید نے مسجد یا کنواں مسجد سے
 متعلق طہر بانی کے لیے تیار کیا اور بوجہ کی سرمایہ کے یا آخر قرضدار ہو گیا لہذا اس صورت میں مالی زکوٰۃ دینا
 جائز ہے کیونکہ قرضدار کو اس کے قرضہ ادا کرنے کے لیے مالی زکوٰۃ لینا شرعاً جائز ہے کیونکہ منجہ مصارف مال
 زکوٰۃ کے قرضہ بھی ایک مصرف ہے۔ بینا تو جروا

الجواب

جس پر اتنا دین ہو کہ اسے ادا کرنے کے بعد اپنی حاجات اصلہ کے علاوہ چھین روپے کے مال کا مالک نہ رہے گا
 اور وہ ہاشمی نہ ہو، نہ یہ زکوٰۃ دینے والا اس کی اولاد میں ہو، نہ باہم زوج و زوجہ ہوں، اسے زکوٰۃ دینا بیشک جائز

بلکہ فقیر کو دینے سے افضل، ہر فقیر کو چھپن روپے دفعۃً نہ دینا چاہئیں، اور مدیون پر چھپن ہزار دین ہو تو زکوٰۃ کے چھپن ہزار ایک ساتھ دے سکتے ہیں **قال اللہ تعالیٰ والفاقر معین** (اللہ تعالیٰ کا ارشاد و گرامی ہے اور مقروض لوگوں پر زکوٰۃ خرچ کی جائے۔ ت) درمختار میں ہے :

و مدیون لا یملك لصا یا فاضلا عن دینہ و مقروض وہ شخص ہوتا ہے جو قرض سے فاضل نصاب فی الظہیریۃ الدفع للمدیون اولیٰ منہ کا مالک نہ ہو، ظہیر یہ میں ہے : مدیون کو زکوٰۃ دینا للفقیر ^{لک}

ردالمحتار میں ہے :

ونقل طعن الحموی انه یشترون ان لا یكون او رطلطوی نے حموی سے نقل کیا کہ شرط یہ ہے کہ مدیون ہاشمیہ ^{و اللہ تعالیٰ اعلم} ہاشمی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

۹۱ مسئلہ مسؤلہ رشید احمد معلم مدرسہ اہلسنت و الجماعت ۷ محرم الحرام ۱۳۳۴ھ
۱۰۲ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ کسی شخص نے اپنے مال میں سے زکوٰۃ نکالی وہ روپیہ ان شخصوں کو دینا چاہئے یا نہیں :

- (۱) یہ کہ اگر چچا چچی و چچا زاد بھائی و بہنوں کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟
- (۲) یہ کہ ماموں و مامی و نانا و نانی اور ماموں زاد بھائی اور بہنوں کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟
- (۳) یہ کہ چھو بھیا و بھوپھی اور ان کی اولاد کو دینا جائز ہے یا نہیں ؟
- (۴) یہ کہ اگر اپنی محشیہ ہے اور اس کی شادی کر دی اور اس کا خاوند کم تو یہ کرتا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا مال دینا جائز ہے یا نہیں ؟
- (۵) یہ کہ بھانجی بھانجے کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟
- (۶) یہ کہ اگر ڈکیتی روپے سے لمحات میں رونی ڈلو اگر غریبوں کو تقسیم کر دیں تو جائز ہے یا نہیں ؟
- (۷) یہ کہ اگر طالب علم کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟
- (۸) یہ کہ اگر بہنوتی کو کچھ دے دیا جائے تو جائز ہے یا نہیں ؟

لہ القرآن ۶۰/۹

لہ ردالمحتار باب المصروف مطبع مجتہائی دہلی ۱۳۰/۱
لہ ردالمحتار مصطفیٰ البانی مصر ۶۶/۲

(۹) یہ کہ اگرچہ معلوم ہو کہ یہ شخص غریب معلوم ہوتا ہے اور پوشیدہ اس کے پاس چاہے کچھ ہو اس کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۰) یہ کہ ان روپوں میں سے فقیروں کو جمانگے پھرتے ہیں دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۱) علاوہ اس کے وہ بات کہ جس میں روپیہ رکھ کر صرف کیا جائے وہ برائے مہربانی تحریر کر دیجئے گا۔

(۱۲) یہ کہ اگر مولود شریف میں یا نیاز دعا میں صرف کیا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جو دا

الجواب

(۱) ہاں جائز ہے جبکہ مصرف ہو۔

(۲) نانہائی کو نانہا جائز باقی چاروں کو جائز۔

(۳) ان سب کو دے سکتے ہوں جبکہ نہ غنی ہوں نہ غنی باپ کے بچے نہ ہاشمی۔

(۴) جائز ہے جبکہ محتاج ہو۔

(۵) ان کو بھی بشرط مذکورہ جائز ہے۔

(۶) ہاں روٹی کی قیمت زکوٰۃ میں لگا سکتا ہے جبکہ بریت زکوٰۃ دے مگر بھرائی کی اُجرت زکوٰۃ میں شمار نہ ہوگی۔

(۷) جائز ہے جبکہ غنی و ہاشمی نہ ہو۔

(۸) بشرط مذکورہ جائز ہے۔

(۹) جبکہ اُسے اُس کا اندرونی حال معلوم نہیں تو ظاہر محتاجی پر عمل کر کے زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

(۱۰) جائز ہے مگر جوان سندرست جو بھیک مانگنے کا پیشہ کر لیتے ہیں جیسے جوگی سادھو بچے ان کو دینا جائز نہیں۔

(۱۱) محتاج فقیر جو نہ ہاشمی ہو نہ غنی باپ کا نابالغ بچہ، نہ اپنی اولاد جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی،

نریر اس کی اولاد جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانہائی، نہ اپنی زوجہ، نہ عورت کا اپنا شوہر، ایسے

محتاج کو جو ان سب کے سوا بریت زکوٰۃ دے کر مالک کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے ورنہ۔

(۱۲) مجلس میلاد پاک میں حصہ عام تقسیم ہوتا ہے غنی فقیر مصرف غیر مصرف کی تخصیص نہیں ہوتی، یونہی نیساز کی

تقسیم میں تو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، ہاں جو حصے خاص فقراء مصرف زکوٰۃ کو دے اُس کا شمار

ان کو دینے میں زکوٰۃ کی نیت کرے تو وہ زکوٰۃ میں محسوب ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ از مراد آباد مستولہ امیر حسن صاحب رضوی ۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فائزے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ صدقہ فطر کس قدر دینا چاہئے اور کس کو

دینا چاہئے اور کس وقت ادا کرے اور کس کی طرف سے؟ بینوا تو جو دا

الجواب

صدقہ فطر سو روپے کے سیرے پونے دو سیر اٹھنی بھر اور دیا جائے اور اس کے مصرف وہی لوگ ہیں جو مصرف زکوٰۃ ہیں اور اس کے دینے کا وقت واسع ہے، عید الفطر سے پہلے بھی دے سکتا ہے اور بعد بھی، مگر بعد کو تاخیر نہ چاہئے بلکہ اولیٰ یہ ہے کہ نماز عید سے پہلے نکال دے کہ حدیث میں ہے، صاحب نصاب کے روزے معلق رہتے ہیں جب تک یہ صدقہ ادا نہ کرے گا۔ اپنی طرف سے اور اپنے بچوں کی طرف سے دینا واجب ہے اور باندی غلام کی طرف سے بھی جو اس کی ملک میں، بی بی یا بالغ بچوں کی طرف سے دینا واجب نہیں اگر وہ حصہ نصیب ہیں، آپ دیں یا ان کی اجازت سے یہ دے، بلا اجازت ان کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۴

میرے عزیزوں میں ایک شخص نابینا اور قرضدار ہیں جائیداد ان کے ہے لیکن قرضداری سے کم ہے اور قبضہ دوسرے شخص کا ہے، ان کو آمد بھی پورے پورے طور سے نہیں ملتی، زکوٰۃ ان کو دینی چاہئے یا نہیں؟ فقط

الجواب

ہاں بلکہ عزیزوں کو دینے میں دونا ثواب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۰۵ از حاجی عبدالکیم نور محمد جزل مرحیث چوک ناگپور
۹ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ
زکوٰۃ کا پیسہ طلبہ کو دے سکتے ہیں امداد کے لیے یا نہیں؟

الجواب

طلبہ کو صاحب نصاب نہ ہوں انھیں زکوٰۃ دی جاسکتی ہے بلکہ انھیں دینا افضل ہے جبکہ وہ طلبہ علم دین بطور دین پڑھتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
مسئلہ ۱۰۶ از شہر بلی دفتر انجمن خدام المسلمین ۲۲ شعبان ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ پیشہ ور گدا گروں کو زکوٰۃ و خیرات کا مال دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے یا نہیں اور نہ ہی و تمدنی نقطہ نظر سے کہاں تک یہ گروہ زکوٰۃ کا مستحق ہے اور پیشہ ور گدا گروں کی ہمت افزائی نہ کرنا کہاں تک جائز ہے؟

الجواب

گداؤں میں تین قسم ہے :
ایک غنی مالدار جیسے اکثر جوگی اور سادھو بچے انھیں سوال کرنا حرام اور انھیں دینا حرام، اور ان کے دے سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، فرض سر پر باقی رہے گا۔

دوسرے وہ کہ واقع میں فقیر ہیں قدرِ نصاب کے مالک نہیں مگر قوی و تندرست کسب پر قادر ہیں اور سوال کسی ایسی ضرورت کے لیے نہیں جو ان کے کسب سے باہر ہو کوئی حُرقت یا مزدوری نہیں کی جاتی مفت کا کھانا کھانے کے عادی ہیں اور اس کے لیے بھیک مانگتے پھرتے ہیں انھیں سوال کرنا حرام، اور جو کچھ انھیں اس سے ملے وہ ان کے حق میں جمعیت کہ حدیث شریف میں،

وَتَحِلُّ الصَّدَقَةُ لَغَنِيٍّ وَلَا لَذِي مَرَّةٍ سَوِيًّا۔ صدقہ حلال نہیں کسی غنی کے لیے اور نہ کسی توانا و

تندرست کے لیے (ت)

انھیں بیبیک دینا منع ہے کہ معصیت پر اعانت ہے، لوگ اگر نہ دیں تو مجبور رہوں کچھ محنت مزدوری کریں۔
قال اللہ تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ اللہ تعالیٰ کا مبارک فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر تعاون نہ کرو (ت)

مگر ان کے دئے سے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ ہو کہ فقیر ہیں،
قال اللہ تعالیٰ إِنَّمَا الصَّدَقَتُ لِلْفُقَرَاءِ۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے صدقات فقراء کے لیے ہیں (ت)

تیسرے وہ عاجز ناتوان کہ نہ مال رکھتے ہیں نہ کسب پر قدرت، یا جتنے کی حاجت ہے اتنا کمانے پر قادر نہیں انھیں بقدر حاجت سوال حلال، اور اس سے جو کچھ ملے ان کے لیے طیب، اور یہ عمدہ مصارفِ زکوٰۃ سے ہیں اور انھیں دینا باعثِ اجرِ عظیم، یہی ہیں وہ جنھیں جھڑکنا حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از ناگوار مارواڑ از دکان قادری بخش مرسلہ محمد بخش پریزیڈنٹ انجمن مدرسہ حمیدہ اسلامیہ شعبان ۱۳۳۴ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مالِ زکوٰۃ مدرسہ اسلامیہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنت کا ہو۔ نچریوں، وہابیوں، قادیانیوں، رافضیوں، دیوبندیوں وغیرہ مرتدین کا نہ ہو تو اس میں مالِ زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم اس مال کو جُدا رکھے اور خاص تمبیک فقیر کے مصارف میں صرف کرے مدرسین یا دیگر ملازمین کی خواہ اس سے نہیں دی جاسکتی۔

لے جامع الترمذی ابواب الزکوٰۃ باب ما جاز من التحلل للصدقة امین کنی کتب غلزل رشیدیہ ج ۱/ ۸۳

لے القرآن ۲/۵

لے القرآن ۶۰/۹

نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہو سکتی ہے، نہ یہ ہو سکتا ہے کہ جن طلبہ کو مدرسہ سے کھانا دیا جاتا ہے اس روپے سے کھانا پکا کر ان کو کھلایا جائے کہ یہ صورت اباحت ہے اور زکوٰۃ میں تمکین لازم، ہاں ہوں کہ سکتے ہیں کہ جن طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے ان کو نقد روپیہ بریت زکوٰۃ دے کر مالک کر دیں پھر وہ اپنے کھانے کیلئے واپس دیں یا جن طلبہ کا وظیفہ نہ اجرت بلکہ محض بطور امداد ہے ان کے وظیفے میں دیں یا کتابیں خرید کر طلبہ کو ان کا مالک کر دیں۔ ہاں اگر روپیہ بریت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ دے کر مالک کر دیں وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دے دے تو تنخواہ مدرسین و ملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۸ حافظ محمد ایاز صاحب از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور محلہ پٹھان پور ۲۴ محرم ۱۳۳۲ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر زکوٰۃ کے روپے سے دو چار کتب دینی مثل فتاویٰ علیگیری و مشکوٰۃ شریف وغیرہ خرید کر دے دوسرے شخص کے پاس بطور وقف رکھ دی جائیں تاکہ عام کو اس سے فیض پہنچے اس وجہ سے ایسی کتاب بوجہ بیش قیمت ہونے کے یہاں میسر نہیں ہے تو اس کے واسطے کیا صورت ہونی چاہئے کہ زکوٰۃ بھی ادا جائے اور کتابوں کی کارروائی بھی ہو جائے۔

الجواب

مال زکوٰۃ سے وقف ناممکن ہے کہ وقف کسی کی ملک نہیں ہوتا اور زکوٰۃ میں فقیر کی تمکین شرط ہے اس کی تدبیر یوں ہو سکتی ہے کہ کسی نیک بندہ کو جو زکوٰۃ کا مصرف ہے بریت زکوٰۃ دے کر ملک کر دیا جائے اور وہ اپنی طرف سے کتابیں خرید کر وقف کر دے۔ ایک اور جملہ بھی ممکن ہے مثلاً سو روپے کی کتابیں وقف کرنے کے لیے خریدی ہیں اور اس پر سو روپے زکوٰۃ کے آتے ہیں تو من دو من گیموں مثلاً کسی فقیر کے ہاتھ سو روپے کو بیع کر دے اور اسے سمجھا دے کہ یہ قیمت تمہیں ہم ہی دینگے جب وہ خرید لے تو اب اسے سو روپے بریت زکوٰۃ دے جائیں، جب وہ قبضہ کر لے اب اس سے اس آتی ہوئی قیمت میں روپے لے لے جائیں، اگر نہ دے تو جبراً لے سکتا ہے کہ وہ اس کا مدیون ہے، اب اس روپے سے کتابیں خرید کر وقف کر دیں، المسئلۃ منصوص علیہا فی الدالہ المختار والمعتقدات الاسفار ذریعۃ اور دیگر معتمد کتب میں اس مسئلہ پر نص ہے۔ ت، واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۰۹ حاجی عیسیٰ صاحب کاٹھیا وار ۲۲ رمضان شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ،

(۱) ایک مسجد میں علمائے مصلیان بہت کم گنجائش ہے یا بائیں وجہ کہ ہر وقت کی نماز میں کش مکش کا سامنا ہوتا ہے لہذا ایسی حالت میں اگر کوئی صاحب زکوٰۃ اپنی زر زکوٰۃ کو کسی غریب مسلمان شخص کی ملکیت قائم کر کے اس مکان کو جو مسجد سے ملا ہوا ہے خرید کر کے شامل مسجد کر دے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ مکرر آنکہ

مسجد مذکور کے قُرب و جوار کے مسلمانوں میں اس قدر استطاعت نہیں کہ جو چندہ فراہم کر کے مکان مذکور کو خرید سکیں۔
(۲) ایسی کتاب دینی جو اگر طبع کی جائے تمام مسلمانانِ عالم میں مفید ثابت ہو سکتی ہے اگر کوئی شخص زرِ زکوٰۃ سے
چندہ فراہم کر کے کتاب مذکور بغرضِ رفاهِ عام چھپوائے تو ان چندہ دہندگانِ اصحاب کا زرِ زکوٰۃ ادا ہو گیا نہیں!

الجواب

(۱) جبکہ اس نے فقیر مصروفِ زکوٰۃ کو بریت زکوٰۃ دے کر مالک کو دیا زکوٰۃ ادا ہو گئی اب وہ فقیر مسجد میں لگا دے
دونوں کے لیے اجرِ عظیم ہوگا، درمختار میں ہے:

وحيلة التكفين بها الصدقات على فقير ثم هو يكفن؛ الثواب لهما وكذا في تعبير المسجد
كفن بنائے کے لیے یہ جیلہ ہے کہ صدقہ فقیر کو دیا جائے
پھر وہ فقیر کفن بنا دے تو ثواب دونوں کے لیے ہوگا،
اسی طرح تعمیر مسجد میں جیلہ کیا جاسکتا ہے۔ (ت)

www.alanazraanet.org

بحر الرائق میں زیرِ قول میں لائی بناء مسجد و تكفين ميت وقضاء دينه و شراء قن يعنت (زکوٰۃ
سے تعمیر مسجد، میت کے لیے کفن اور اس کا ادار قرض اور ایسے غلام کا خریدنا جائز نہیں جسے آزاد کر دیا گیا ہو۔ ت)
فسر مایا،

والحيلة في الجواز في هذه الاسرحة ان يتصدق بمقدار من كوته على فقير ثم يأمره بعد ذلك
الصرف في هذه الوجوه فيكون لصاحب المال ثواب الزکوٰۃ وللفقير ثواب هذه الصرف
كذا في المحيط۔
ان چاروں میں جواز کا جیلہ یہ ہے کہ آدمی زکوٰۃ فقیر کو
دے پھر اسے کہے کہ ان چاروں پر خرچ کرے،
صاحب مال کیلئے زکوٰۃ کا ثواب اور فقیر کے لیے خرچ
کا ثواب ہوگا۔ کذا فی المحيط (ت)

(۲) جائز ہے اور اس میں چندہ دہندوں کے لیے اجرِ عظیم اور ثواب جاری ہے، جب تک وہ کتاب
باقی رہے گی اور سلسلہٴ نسل جن جن مسلمانوں کو فائدہ دے گی ہمیشہ ان سب کا اجر ایک چندہ دہندے کو اُس کی حیات
میں اور اُس کی قبر میں پہنچتا رہے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں،

اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلث صدقة جارية او عمل ينتفع بها
جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین صورتوں میں جاری رہتا ہے، ایک اُس نے

اولد صالح بدعولہ۔ رواہ البخاری فی ادب المفرد، و مسلم فی الصحيح و ابوداؤد و الترمذی عن النسائی عن ابن ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
 صدقہ جاریہ کیا تھا، دوسرا اس کا ایسا عمل جواب بھی نافع ہے یا اس کی نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ اسے امام بخاری نے ادب المفرد میں، مسلم نے صحیح میں، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

مگر اولاً فقیر کو نہایت زکوٰۃ دے کر مالک کر دینا ضرور ہے پھر وہ فقیر طبع کتاب میں خود دے دے یا اس سے دلوا دے، جیسا کہ در مختار و بحر الرائق کی عبارت سے بخرا، یا جو جو طریقے آمد نے کتب فقہ میں لکھے ہیں بجالائے۔ در مختار میں ہے :

میلۃ الجنان فی بیان مادیونہ الفقیر من کوثر ثم یأخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مادیہ و أخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ کسفعہ للقاضی۔
 جملہ جائزوں ہے کہ اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دی جائے پھر اس سے اپنے قرض میں واپس لی جائے اور اگر مقروض زدے قراں سے چھین لے کہو مگر یہ اپنے حق پر قدرت کا معاملہ ہے، اگر اس پر بھی نہ دے تو قاضی کی طرف معاملہ لے جایا جائے (ت)

اور سب سے آسان یہ ہے کہ ایک دیندار شخص کے پاس سب زکوٰۃ دہندہ اپنا چندہ جمع کریں اور اس سے کہہ دیں کہ زکوٰۃ ہے طریقہ شرعیہ پر بعد تملیک فقیر طبع میں ہمارے ثواب کے لیے صرف کروہ ایسا ہی کرے، سب زکوٰۃں بھی ادا ہو جائیں گی اور وہ دینی ضروری نافع کام بھی ہو جائیگا اور یہ اموال کا ملنا نہ باذن مالکاز ہے کہ چندہ کا یہی طریقہ معروف معمودہ ہے کچھ مانع نہ ہوگا۔ در مختار میں ہے :

لو خلط زکوٰۃ موکلیہ ضمن و کان متبرعاً الا اذا وکلہ الفقیہ۔
 اگر اپنے موکلین کی زکوٰۃ خلط ملط کر دی تو مکمل ضامن ہوگا اور وہ تبرع کرنے والا ہوگا مگر اس صورت میں جب فقرا نے اسے اپنا وکیل قرار دے دیا ہو۔ (ت)

لے صحیح مسلم باب ما یلتحق بالانسان من الثواب بعد وفاتہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۱/۲
 الادب المفرد باب ۱۹ بر الوالدین بعد موتہما حدیث ۳۸ مکتبہ اشرفیہ سنگھ مل شیخوپورہ ص ۲۱
 لے در مختار کتاب الزکوٰۃ مطبع مجتہبی دہلی ۱۳۰/۱
 لے ایضاً

رد المحتار میں ہے :

قال في التتارخانية اذا وجد الاذن أو
اجاز المالك له -
تاتارخانیہ میں ہے کہ کسی اذن کی وجہ سے ہو یا
مؤکل اسے جائز کر دیں (ت)

اسی میں ہے :

ثم قال في التتارخانية او وجدت دلالة
الاذن بالخلط كما جرت العادة الخ - والله
تعالى اعلم -
پھر تاتارخانیہ میں کہا کہ یا دلالت اختلاط کی
اجازت ہو جیسے کہ عادت معروفہ ہے - واللہ
تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ مسئلہ ناصر الدین صاحب سیلی بھیت از آگرہ محلہ نئی بستی، گلی بدھنویک، مکان حافظ سعید الدین
سوداگر لکھا ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جنگ اٹلی و شہنشاہ روم کے واسطے اہل اسلام نے اکثر چندہ
جمع کیا ہے، اگر زیور کی زکوٰۃ کا روپیہ جنگ مذکور کے واسطے شہنشاہ روم کو بھیجا جائے تو یہ روپیہ دینا جائز
ہو گا یا ناجائز؟ بینوا تو ہوا

الجواب

زکوٰۃ جہاد کے اُن مصارف میں جن میں فقیر کو تملیک نہ ہو جیسے گوئے بارود کی خریداری یا فوج کی
باربرداری یا فوجی افسروں کی تنخواہ یا فوجی دو اخانہ کی دو آؤں میں دینا جائز نہیں، نہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو۔
عالمگیری میں ہے :

لا يجوز ان يبيخ بالزكاة المسجد وكذا
الحج والجهاد وكل ما لا تمليك فيه كذا
في التبیین -
زکوٰۃ سے مسجد بنانا جائز نہیں، اسی طرح حج اور
جہاد، بلکہ ہر وہ مقام جہاں تملیک نہ ہو تبیین میں
یہی ہے - (ت)

ہاں فقیر مجاہدوں کو دی جائے یا شہیدوں کے فقیر پس ماندوں کو یا ان مجاہدوں کو جو سفر کر کے آئے گھر پر اموال
رکھتے ہیں یہاں مصارف کے لیے کچھ پائس نہیں ان کو دینا جائز ہے اول فی سبیل اللہ ہے ثانی فقر اور

۱۲/۲	مصطفیٰ البانی مصر	کتاب الزکوٰۃ	لہ رد المحتار
۱۸۸/۱	نورانی کتب خانہ پشاور	الباب السابع فی المصارف	لہ فتاویٰ ہندیہ

ہاٹ ابن السبیل، اور یہ سب مصارفِ زکوٰۃ ہیں۔ درمختار میں ہے،
 مصرف الزکوٰۃ فقیر وفي سبیل اللہ و هو
 منقطع الغزاة وابن السبیل و هو کل من
 له مال لامعه (ملخصاً)
 اور اس سے مراد محتاج غازی اور مسافر، اور
 اس سے مراد ہر وہ شخص ہے جس کا مال تو ہو مگر
 اس کے پاس نہ ہو۔ (ت)

یہ ہو کہ یہاں کسی معتمد فقیر کو دے کر مالک کر کے قبضہ دے دیں وہ اپنی طرف سے اس چندہ میں دے دے
 اب کوئی شرط نہیں ہر مصرف میں صرف ہو سکتی ہے، اور زکوٰۃ دہندہ اور فقیر دونوں کو ثواب ملے گا۔ درمختار
 میں ہے:

تکفین کے لیے جلد یہ ہے کہ زکوٰۃ فقیر کو دی جائے
 فقیر کفن ہو ادا دے، ثواب ثواب دونوں کے لیے
 ہوگا، اسی طرح تعمیر مسجد میں جلد کی صورت ہے۔ (ت)
 تعمیر المسجد

پھر صورت اولیٰ میں کہ خود زکوٰۃ ہی ان جائز مصارف کے لیے وہاں بھیجے، اگر ابھی اس کی زکوٰۃ کا سال
 تمام نہ ہوا تھا پیشگی دیتا ہے جب تو دوسرے شہر کو بھیجتا مطلقاً جائز ہے اور اگر سال تمام کے بعد بھیجے جب بھی اس
 صورت میں حکم جواز ہے کہ مجاہدوں کی اعانت میں اسلام کا زیادہ نفع ہے۔ درمختار میں ہے:

کر فتلها الا الى قرابة او احوج او اصلح
 زکوٰۃ کو دوسری جگہ منتقل کرنا مکروہ، یاں اس صورت
 میں مکروہ نہیں جب دوسری جگہ کوئی رشتہ دار،
 او اوسع او انفع للمسلمین، او کانت معجلة
 زیادہ محتاج، نیک، صاحب تقویٰ یا مسلمانوں کا
 قبل تمام الحول فلا یکثر خلاصۃ۔ (ملخصاً)

زیادہ فائدہ ہو یا سال سے پہلے جلدی زکوٰۃ دینا
 چاہتا ہو، خلاصہ (ت)

مگر اعلیٰ ان ضرور ہو کہ ٹھکانے پر پہنچنے پر پہنچنے میں خورد برد نہ ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۴۰/۱	مطبع مجتبائی دہلی	باب المصروف	لہ درمختار
۱۳۰/۱	" " "	کتاب الزکوٰۃ	" "
۱۴۱-۱۴۲/۱	" " "	باب المصروف	" "

۱۲۲۔ از دہرہ دوں محلہ دھامان مستولہ مختار حسین قادری ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ موجودہ حالت زار جو مظلومین میں ترک کی ہے مثلاً سمنار، اناطولیہ وغیرہ میں جو یونانیوں کی دست درازوں کے شکار رہو رہے ہیں ان کی امداد زکوٰۃ کے مال سے کی جاسکے تو زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟ اگر ہوگی تو روپیہ بھیجنے اور دینے کی کیا صورت ہونی چاہئے، موجودہ طریقہ جو سیٹھ چھوٹائی بمبئی والا کر رہے ہے کہ امداد مظلومین ترکوں کی جس میں وہ زکوٰۃ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہے اپنے اختیار سے زکوٰۃ اور دیگر چندہ لے کر جتنی جہاں ضرورت ہوتی ہے مثلاً بیماروں کی مدد، لئے ہوئے گھروں کی امداد وغیرہ اپنی رائے کے موافق صرف کرتا ہے تو جو لوگ اس میں زکوٰۃ دیتے ہیں ادا ہوگی یا نہیں؟ بیٹو! تو جرو!

الجواب

اس طریقہ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی، یہ لوگ بطور خود چندہ کرتے ہیں اور زکوٰۃ وغیرہ بلکہ مسلم غیر مسلم کے چندے غلط کر لیتے وہ روپیہ فوراً ہلاک ہو جاتا ہے اور قابل ادا زکوٰۃ نہیں رہتا، خان الخط استھلاک (کیونکہ غلط ملط کرنا ہلاک کرنا ہوتا ہے۔ ت) فتاویٰ عالمگیری میں ہے :

سجلان دفع کل ضمنا زکوٰۃ مالہ الی سرجل
لیزیدی عنہ فخلط ما لہما تم تصدق ضمن الوکیل مال
الدافعین وکانت الصدقة عنہ کذا فی
فتاویٰ قاضی خاںؒ

در مختار میں ہے :
لو خلط من کوۃ موکلیہ ضمن وکان متبرعا
الا اذا وکلہ الفقہاءؒ

اگر اپنے موکلین کی زکوٰۃ میں غلط ملط کر دیا تو وہ وکیل
ضمن ہوگا اور متبرع ہوگا مگر اس صورت میں کہ جب اسے فقرا

لے اپنا وکیل بنایا ہو۔ (ت)

اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ زکوٰۃ دینے والے خالص مسلمان اپنی اپنی زکوٰۃ ایک مقصد متین کے پاس
جمع کریں اور وہ روپیہ ملا لینے کی اجازت دیں اور اس میں کوئی سپہ غیر زکوٰۃ کا خلط نہ کیا جائے نہ کسی واپائی یا
رافضی یا نجری یا قادیانی یا حد کفر تک پہنچے ہوئے گاندھوی کی زکوٰۃ اس میں شامل ہو کہ ان لوگوں کی زکوٰۃ شرعاً

لے فتاویٰ ہندیہ الباب الثالث فی زکوٰۃ الذہب الز
لے در مختار کتاب الزکوٰۃ
نورانی کتب خانہ پشاور
مطبوعہ مجتہدانی دہلی
۱۸۳/۱
۱۳۰/۱

زکوٰۃ نہیں، یہ خالص زکوٰۃ شرعی کا جینے کا ہوا مال کہ مالکوں کے اذن سے غلط ملکہ کیا گیا اِنْ فَقَرَارِ مَظْلُوْمِيْنَ کو پہنچایا جائے۔
ردالمحتار میں زیر عبارت مذکورہ درمختار ہے،

قوله ضمن وكان متبرعا، لانه ملكه بالخط
وصار مؤديا مال نفسه قال في التارخانية
الاذا وجد الاذن او اجاز المالك ان يوصل
بهذا العالم اذا سئل للمفقر شيئا و خلط
يضمن قلت ومقتضاها لو وجد العرف فلا
ضمان لوجود الاذن حينئذ دلالة - والله
www.KitaboSunnat.com

کا مقتضایہ ہے کہ اگر عرفا ایسا کیا جاتا ہو تو اب ضمان نہ ہوگا کیونکہ اس وقت دلالتِ اجازت موجود ہے۔ واللہ
سبحانہ و تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۱۳۔ مسکولہ امیر حسن بن گالی طالب علم مدرسہ اہلسنت و جماعت ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ
مالدار کے لیے صدقہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

صدقہ واجبہ مالدار کو لینا حرام اور دینا حرام، اور اس کے دے ادا نہ ہوگا، اور نافلہ مانگ کر مالدار کو
لینا حرام اور بے مانگے مناسب نہیں جبکہ دینے والا مالدار جان کر دے اور اگر وہ محتاج سمجھ کر دے تو لینا حرام
اور اگر لینے کے لیے اپنے آپ کو محتاج ظاہر کیا تو دوسرا حرام، ہاں وہ صدقاتِ نافلہ کہ عام خلقت کے لیے ہوتے ہیں
اور ان کے لینے میں کوئی ذلت نہیں وہ غنی کو بھی جائز ہیں جیسے حوض کا پانی، ستیاء کا پانی، نیاز کی شیرینی، سرائے
کا مکان، پل پر سے گزرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۱۴۔ از بریلی محلہ کاکر کٹرہ متعلیٰ مسجد خرد مدرسہ الطاف علی خاں مورخہ ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مدرسہ دینیہ میں زکوٰۃ و صدقہ مدرسین کو
دینا جائز ہے یا نہیں، تنخواہ میں دینا و طلباء کو جو کہ یتیم ہیں ان کی تعلیم کے اخراجات کے واسطے دینا جائز ہے
یا نہیں؟

الجواب

تخو از مدرسین میں نہیں دے سکتے، ہاں طلبہ کو تعلیم کر سکتے ہیں اگرچہ یتیم نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از مکتبہ طبعی صلیح جودہ پور مسئلہ فخر الدین شاہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یتیموں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں؟ بچہ اپنی قرابت کا ہے اُس کا وارث کوئی نہیں۔ بلینا تو ہوا

الجواب

یتیم بچہ کو خصوصاً جبکہ اپنا قرابت دار ہو زکوٰۃ دینا بہت افضل ہے جبکہ وہ مالدار نہ سید وغیرہ نہ باشعہ ہو نہ اپنی اولاد یا اولاد کی اولاد ہو۔ ہاں بھائی بھانجا ہو تو وہ بشرائط مذکورہ سب سے زیادہ مستحق ہے واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ از شہر حلالہ علیہ السلام پور مسئلہ جناب سید محمد علی صاحب نائب ناظر فرید پور ۳۰ رمضان المبارک ۱۳۲۹ھ
زر زکوٰۃ میں سے اگر یتیموں مساکین کو کھلایا جائے یا کپڑا بنایا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کپڑا بنانا ان کو دے کر مالک کر دینا، کھانا پکانا اُن کے گھر کو بھیج کر قبضہ میں دے کر مالک کر دینا تو حالت موجود پر یہ سبلا ہوگا اور پکا ہوا کھانا بازار کے بھاؤ سے جتنے کا ہے اُس قدر زکوٰۃ میں ہزا ہوگا، سلائی پکوائی وغیرہ مجراٹے کی اور اگر اپنے یہاں پکا کر دسترخوان پر بٹھلا کر کھلادیا جس طرح دعوتوں میں ہوتا ہے تو وہ زکوٰۃ نہیں ہو سکتا لانہا تعلیم دھنہ اباحت (کیونکہ زکوٰۃ میں مالک بنانا ہوتا ہے اور اس صورت میں ملکیت نہیں بلکہ اباحت ہے۔ ت۔ واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۲۳ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

- (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو مکان واسطہ یتیموں کے خریداجائے اس کی بیع میں زکوٰۃ کا روپیہ دینا درست ہے یا نہیں؟ اور وہ مکان نام یتیم خانہ کے ہو۔
(۲) کہ مضحکہ و واقعہ جہول میں کنگھروالوں سے ہوا ہے اس کے صرف میں زکوٰۃ کا روپیہ دیا جائے یا نہیں کیونکہ وہ مذہبی معاملہ قرار دیا گیا ہے۔

الجواب

یتیم خانہ کی خریداری میں روپیہ لگا دینے سے زکوٰۃ ہرگز ادا نہ ہوگی لکن ان کا وقفہ و وقفہ زکوٰۃ تسلیم فلا یجتمعا (کیونکہ یتیم خانہ اگر وقف ہے اور زکوٰۃ میں تسلیم ہوتی ہے لہذا ان دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔) نہ کسی غنی کو صرف مقدمہ کے لیے دینے سے ادا ہو سکے اگرچہ وہ مقدمہ مذہبی دینی ہو فان الغنی یعس بمصرف

(کیونکہ غنی زکوٰۃ کا مصرف نہیں ہے۔ ت) نہ کسی فقیر نہ مسکین کے دینی خواہ دنیوی مقدم میں ویکلون مختاروں کو دینے یا اور خرچوں میں اٹھانے سے ادا ممکن جب تک فقیر کو دے کر اُس کے قبضہ کے بعد اُس سے لے کر مصرف نہ کیا جائے فان الصدقة لا تحصل الا بتلك مصرفها ولا تتم الا بقبضة (کیونکہ صدقہ تب ادا ہوگا جب کسی فقر کو تک بنایا جائے گا اور تمیک کا اتمام قبضہ کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ت) پس اگر اس قسم کے معاملات میں اٹھانا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ ہے اسے برنیت زکوٰۃ دے کر اُس کا قبضہ کر اویں پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ خواہ اُسے دے کر خریداری یم حنا نہ خواہ کسی دینی مقدمہ وغیرہ امور بخیر میں لگا دے۔ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے :

فی جميع ابواب البر كعمارة المساجد وبناء القنطرة الخيلة ان يتصدق بمقدار زكوة على فقير ثم يامره بالصرف الى هذه الوجوه فيكون للمتصدق ثواب الصدقة و للفقير ثواب بناء المسجد والقنطرة (ملخصاً) والله تعالى اعلم۔

تمام امور بخیر مثلاً تعمیر مساجد اور پلوں کی تعمیر وغیرہ میں جیلہ یہ ہے کہ مقدار زکوٰۃ فقیر پر صدقہ کی جائے پھر اسے ان امور پر خرچ کرنے کے لیے کہا جائے تو اب صدقہ کرنے والے کے لیے صدقہ کا ثواب اور فقیر کے لیے مسجد اور پل کی تعمیر کا ثواب ہوگا (ملخصاً) والله تعالى اعلم (ت)

مسئلہ ۲۲ شوال ۱۳۱۲ھ

سوال اول بعد سلام کے عرض ہے میرے پاس سو اس کے جو شوہر کے پاس سے صرف کے لیے آتا ہے اور کوئی آمد نہیں اور وہ اتنی ہے کہ گزر بھی پر مشکل ہوتی ہے عرض ہے کہ ایسی صورت بتائیے کہ جس میں زکوٰۃ بھی ادا ہو اور خرچ کی کبھی دقت نہ ہو، یہ بڑی فی کسہ ہیں کہ آپ کے یہاں مجھ کو کچھ روپیہ دے اور پھر وہ دو آنہ میں مول لے یا جو خرچ مجھ کو شوہر کے پاس سے ملتا ہے اُس میں سے زکوٰۃ ادا کر کے بچوں کے صرف کی جائے تو کچھ بڑائی تو نہیں؛ یا جو روپیہ والد کے ترکہ کا ملا تھا وہ میرا بچوں کے صرف میں ہو گیا وہ ہو سکتا ہے کہ میں زکوٰۃ میں مجرا کروں اس واسطے کہ آپ فرماتے ہیں بچوں کا صرف باپ کے ذمہ ہے۔

الجواب

زور خود مال ہے اُس میں سے زکوٰۃ ادا کی جلتے، شوہر سے جو کچھ خرچ بچوں کے لیے ملتا ہے اُس میں سے زکوٰۃ دینے کا ہرگز اختیار نہیں تمہارے خرچ کو جو کچھ تمہیں دیتے ہیں اُس میں سے زکوٰۃ دے سکتی ہو، اپنے مال کی زکوٰۃ

اپنے بچوں کے صرف میں نہیں کی جاسکتی، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، مال کا جو کچھ بچوں کے صرف میں اٹ گیا زکوٰۃ میں
 جراثیم ہو سکتا اگرچہ بچوں کا خرچ باپ پر ہے ماں پر نہیں، وہ طریقہ کہ زکوٰۃ کا مال بریت زکوٰۃ کسی محتاج کو دے کر مالک
 کو دیا جائے پھر اس کی رضامندی سے تھوڑے داموں کو اس سے خریدیں، یہ جلیلہ و نفرت صرف ایسی جگہ ہو کہ مثلاً
 کسی سید صاحب کو حاجت ہے مال زکوٰۃ انھیں دے نہیں سکتے اور اپنے پاس زکوٰۃ سے زیادہ دینے کی وسعت
 نہیں تو اس طرح زکوٰۃ ادا کر کے رضامندی مول لے کر سید صاحب کے مذکر دیا جائے یا مسجد کی تعمیر یا میت کے کفن
 میں لگا دیا جائے کہ یہ سب نعمتیں اللہ ہی کے لیے ہیں، خرید کر اپنے یا اپنے بچوں کے صرف میں لانے کی غرض سے یہ جلیلہ
 نہیں کہ اس میں راہ ضلالتیں مال خرچ کر کے پھر جانا یا جائیگا والیعا ذہ اللہ تعالیٰ، آسان طریقہ جو یہاں ہو سکے یہ ہے
 کہ آدمی جن کی اولاد میں خود ہے یعنی ماں باپ، وادادوی، تانامانی یا جو اپنی اولاد میں ہیں یعنی بیٹا بیٹی، پوتا پوتی،
 نواسہ نواسی اور شہرہ و زوارہ و ان رشتہوں کے سوا اپنے جو عزیز و قریب حاجت مند مصرف زکوٰۃ ہیں اپنے مال کی زکوٰۃ
 انھیں دے جیسے بہن بھائی، بھتیجا بھتیجی، ماموں، خالہ، چچا، پھوپھی کہ انھیں دینے میں دونا ثواب ہے اور اس
 پر بار بھی کم ہوگا کہ اپنے سگے بہن بھائی یا بھتیجے بھانجے کا دیا ہو آدمی اپنے ہی کام میں اٹھنا جاتا ہے پھر یہ بھی کچھ ضرور
 نہیں کہ انھیں زکوٰۃ بتائی کر دے مگر ذیل میں زکوٰۃ کی نیت ہوا انھیں عیدی وغیرہ یا شادوں کی رسم خواہ کسی بات کا
 نام کر کے مالک کو دے زکوٰۃ ادا ہو جائیگی، پھر اگر مثلاً اپنے بہن بھائی کو دیا اور انھوں نے اُس کے بچوں پر خرچ کی
 تنگی دیکھ کر اپنی خوشی سے اس کے بچوں پر بہرہ کر دیا تو زکوٰۃ میں کچھ غلط نہ آئے گا نہ مقصود شریعت کے خلاف ہوگا اور
 دونوں طلب یعنی ادا کے زکوٰۃ اور بچوں کے خرچ کی وسعت حاصل ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۰ از موضع مکرہی والا علاقہ جاگل تھانہ پر پھو ڈاکنانہ کوٹ نجیب اللہ خاں مرسلہ مولوی محمد شریف صاحب
 ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ

اپنی دفتر یا حقیقی ہمشیرہ کو زکوٰۃ یا زمین کا عشر دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا تو جروا

الجواب

بہن کو جائز ہے جبکہ مصرف زکوٰۃ ہو اور بیٹی کو جائز نہیں،

فی الدار المختار مصرف الزکوٰۃ والعشر
 فقیر الخ وفیہ لا مصرف الی من بیتہما
 ولاد الخ - واللہ تعالیٰ اعلم۔
 در مختار میں ہے کہ زکوٰۃ و عشر کا مصرف فقیر ہے الخ
 اور اسی میں ہے کہ زکوٰۃ و عشر ایسے لوگوں پر صرف
 نہ کی جائے جن سے اپنی ولادت کا تعلق ہو الخ واللہ
 تعالیٰ اعلم۔ (د)

مسئلہ مرسلہ محمود حسن صاحب شاگرد رشید احمد گنگوہی صاحب ۲۰ صفر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اس بارہ میں کہ میری زکوٰۃ کا روپیہ اپنے والد کو کسی حیلہ سے دے سکتی ہوں یا نہیں، کیونکہ والد ایسی غربت میں ہیں کہ باہر نکلنے بیٹھنے میں شرم آتی ہے اور وہ ایک آبرو دار آدمی ہیں اور نہ کوئی ایسا آدمی ہے کہ میں اس آدمی کو دے دوں وہ اپنی طرف سے بھی والد کو دے اس صورت میں کسی حیلہ سے اپنے والد کو زکوٰۃ کا پیسہ دے سکتی ہوں یا نہیں؟ بینا تو جبروا۔

الجواب

باپ کو زکوٰۃ دینا کسی طرح جائز نہیں، نہ اُس کی دی زکوٰۃ ادا ہو سکے۔ یہ بات اگر واقعی ہے کہ باپ ایسا ہی محتاج ہے اور سائل میں یہ طاقت نہیں کہ زکوٰۃ بھی دے اور باپ کی بھی خدمت کرے اور ایسا اطمینان کا شخص کوئی نہیں پاتی کہ اسے زکوٰۃ دے اور وہ اپنی طرف سے اُس کے باپ کو دیں تو اس کا یہ طریقہ ممکن ہے کہ مثلاً دس روپیہ زکوٰۃ کے دینے میں اور چاہتی ہے کہ یہ روپیہ اُس کے باپ کو پہنچے تو کسی فقیر مصنف زکوٰۃ کے ہاتھ مثلاً دس سیر یا پانسیر گیہوں دس روپیہ کو بیچے اور اسے سمجھا دے کہ زرخشن ادا کرنے کی تمہیں دقت نہ ہو گی ہم زکوٰۃ دیں گے اسی سے ادا کر دینا چاہیے وہ بیع قبول کرے گیہوں اس کو دے دے اب اُس کے دس درم بابت ثمن گندم اُس پر قرض ہو گئے اُس کے بعد اسے دس روپیہ زکوٰۃ میں دے کر قبضہ کر دے زکوٰۃ ادا ہو گئی پھر گیہوں کی قیمت میں روپے واپس لے وہ یوں نہ دے تو جبراً لے سکتی ہے کہ وہ اس کا دیون ہے اب یہ روپیہ اپنے باپ کو دے دے درمختار میں ہے :

حيلة الجواز ان يعطى مديونه الفقير، كونه
ثم ياخذها عنه دينه ولو امتنع المديون
مدايد، واخذها لكونه ظفر بجنس حقه
فان مانعه دفعه للقاضى
حيلة جواز یہ ہے کہ اپنے مقروض فقیر کو زکوٰۃ دی جائے
پھر قرض کے عوض اس سے وہ رقم واپس لے لی جائے
اگر مقروض نہ مانے تو اس سے چھین لی جائے کیونکہ
یہ اپنے مال کے حصول پر قدرت کی صورت ہے، اگر
اس میں بھی رکاوٹ بنے تو معاملہ قاضی کے پاس
لے جایا جائے۔ (د)

مگر اس کا لحاظ لازم ہے کہ محتاج باپ کا نفقہ اُس کی سب غنی اولاد پر لازم ہے، بیٹا بیٹی سب پر برابر، تو اگر تنہا یہی اس کی اولاد ہے تو اس پر اس کا کل خرچ کھانے پہننے رہنے کے مکان کا لازم ہے، اور اگر اور بھی ہیں تو

حصہ رسد اور زکوٰۃ بھی اللہ عزوجل کا غنی پر فرض ہے جیلہ کھر کے دو دوا جوں میں ایک کو ساقط نہ کرے، اللہ عزوجل دونوں کی نیت جانتا ہے، ہاں حقیقت قدرت نہ ہو تو جیلہ مذکورہ عمدہ وسیلہ ہے جس سے دونوں واجب ادا ہو سکیں واللہ یعلم المفسد من المصلح (اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۲ مولوی نیا ز محمد خاں بدایونی وارد حال مانو گا چہ ملک پیر اک ۲ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ فطرہ کا پیسہ کون کون کام میں صرف ہو سکتا ہے اور کس کس شخص کو دیا جاسکتا ہے؟

الجواب

فطرہ کے مصلحت لینے میں صرف زکوٰۃ میں، واللہ تعالیٰ اعلم
مسئلہ ۱۲۳ از بریلی محلہ کانگر ٹولہ متصل مسجد غورد مرسلہ جناب لطاف علی صاحب ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اپنی والدہ اور ہمیشہ کو باوجود بیوہ اور یتیم ہونے کے کچھ نہ دے اور وہ تکالیف اٹھاتی ہوں اس حالت میں اگر زید صاحب نصاب ہو اور زکوٰۃ صدقہ ادا کرے تو وہ قبول ہوگا یا نہیں؟ اور زید کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟ بیوا تو جبراً

الجواب

زید کی ماں اگر کوئی ذریعہ معاش نہیں رکھتی تو اس کا نفقہ زید پر فرض ہے، یوں ہی یتیم بہن کر جس کی شادی نہ ہوتی ہو نہ اس کے پاس کچھ مال ہو، ان کو نہ دینے سے اس پر گناہ عظیم ہے۔ حدیث میں فرمایا، کفی بالمرء اثماً ان یضیع من یقوت یتیم آدمی کے گناہ گار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو محروم رکھے جن کا خرچہ اس کے ذمہ ہو۔ رہی زکوٰۃ، وہ ماں کو نہیں دے سکتا بہن کو دے اور ماں کی خدمت اپنے پاس سے کرے۔ واللہ

تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۴ از کانچیا وار مولوی سیف اللہ صاحب پیش امام جنت پور ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۳ھ کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام و فضلاء عظام دامت علیہم برکاتہم اس مسئلہ میں کہ بضرورت

لہ القرآن ۲۲۰/۲

۲ سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی صلۃ الرحم آفتاب عالم پریس لاہور ۲۳۸/۱
۳ مسند احمد بن حنبل مروی عن عبد اللہ بن عمرو دار الفکر بیروت ۱۶۰/۲، ۱۹۵، ۱۹۴

زکوٰۃ کا روپیہ کوئی مسلمان قبضہ کر کے جو خود بھی سستی زکوٰۃ ہو تو سب مسجد میں صرف کرے تو جائز ہے یا کسی صورت سے ؟
 بیّنوا تو جروا

الجواب

زکوٰۃ دہنہ نے اگر زکوٰۃ مصروف زکوٰۃ کو دے کر اس کی تملیک کر دی تو اب اسے اختیار ہے جہاں چاہے صرف کرے کہ زکوٰۃ اس کی تملیک سے ادا ہو گئی، یوں ہی اگر مرکز نے زکوٰۃ اسے دیا اور ماذون مطلق کیا کہ اس سے جس طور پر چاہو میری زکوٰۃ ادا کرو اس نے خود بہ نیت زکوٰۃ لے لیا، اس کے بعد مسجد میں لگا دیا تو یہ بھی صحیح و جائز ہے یونہی اگر مرکز نے زکوٰۃ نکال کر رکھا تو فقیر نے بے اس کی اجازت کے لے لیا اور مالک نے بعد اطلاع اس کا لینا جائز کر دیا اور اس کے بعد فقیر نے مسجد میں صرف کیا تو یہ بھی صحیح ہے، اور اگر فقیر نے بطور خود قبضہ کر لیا اور مالک نے اسے جائز نہ کیا یا بعد اس کے کہ یہ مسجد میں لگا چکا جائز کیا، تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ یونہی اگر مالک نے اسے روپیہ دیا اور وکیل کیا کہ میری طرف سے کسی فقیر کو دے دو یہ بھی فقیر ہے خود لے لیا اور مسجد میں لگا دیا تو اب بھی زکوٰۃ ادا نہ ہوئی اگرچہ اسے ماذون مطلق کیا ہو کہ تملیک نہ پائی گئی اور اس پر روپے کا تاوان آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵ از مقام ترمذی کا ٹھیکہ دار مرسلہ احمد داؤد صاحب یکم جمادی الاول ۱۳۳۶ھ
 فی زمانہ سیدوں کا کوئی پُرسان حال نہیں، فاقوں تک بعض کی نوبت پہنچتی ہے، ایسی صورت میں زکوٰۃ لینا یا بغیر اس عذر کے بھی زکوٰۃ لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

سید کو زکوٰۃ لینا دینا حرام ہے اور اسے دے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، اور فاقوں پر نوبت اگر اس بنا پر ہو کہ نوکری یا مزدوری پر قدرت ہے اور نہیں کرنا چاہتا تو یہ فاقہ بھی عذر نہیں ہو سکتا کہ یہ اپنے ہاتھ کا ہے کیونکہ نہیں کسب حلال کرتا اور اگر واقعی کسب پر قادر نہیں تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کی اعانت کریں اور اگر لوگ بے پروائی کریں اور اسے کوئی ذریعہ رزق کا سوا زکوٰۃ لینے کے نہ ہو تو بقدر ضرورت لے اور قدر ضرورت میں صرف کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۲۶ از مرزا پور رسول لائن ہنگامہ مولوی محب اللہ صاحب ڈپٹی کلکٹر مرسلہ محمد عبدالقادر صاحب بدایونی
 ۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کو صدقہ دیا بکر کو علم ہے کہ صدقہ ہے، ایسی صورت میں بکر اس مال کو سید کو دے سکتا ہے یا نہیں اور وہ مال بکر کی ملکیت ہے یا زید کی، جبکہ زید بکر کو دے چکا۔

الجواب

جب زید نے بکر کو مال صدقہ میں دیا اور بکر قابض ہو گیا اور وہ محل صدقہ تھا یا نہ تھا اور زید جانتا تھا کہ بکر محل صدقہ نہیں غنی جان کر صدقہ دیا تو دونوں صورتوں میں بکر مالک ہو گیا،

فقد نص العلماء كما في رد المحتار وغيره ان الصدقة على الغني لها اجر وان كان دون اجر الصدقة على الفقير
رد المحتار وغيره میں علماء سے تصریح ہے کہ غنی پر صدقہ کا بھی اجر ہے مگر اس اجر سے یہ اجر کم ہوگا جو فقیر پر صدقہ سے حاصل ہوتا ہے۔ (د)

اور جب وہ مالک ہو گیا اور اپنی طرف سے سید کو نہ رکھے نہ بطور صدقہ و نہ زکوٰۃ بلکہ بطور ہبہ و ہبہ توسیع کو اس کا لینا جائز ہے اگرچہ بکر کو زکوٰۃ ہی دی گئی ہو،

قال عليه الصلوة والسلام للذي صدقة و لنا هدية - والله تعالى اعلم.
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تمھارے لیے صدقہ ہے اور ہمارے لیے ہدیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اعلم (د)

مسئلہ ۱۲۷ مسئلہ محمد بن عمر جراح المعروف بقادری سکنہ موضع باسنی پر گنہ نگار مارا واریع الاول ۱۳۳۲ھ
الحمد لله رب العالمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على سيدنا محمد وآله واصحابه اجمعين ، اما بعد کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ضلع مارا واریع تحت حکومت ناگوار میں ایک قصبہ ہے معروف بہ باسنی جہاں تھیں اُن صدکھ مسلمانوں کے ہیں اور بفضلہ سب صغیر و کبیر برنا و پیر صوم و صلوة کے اس حد تک پابندی ہیں کہ سفر و حضر، صحت و سقم، رنج و راحت، غرض کہ ہر حالت میں نماز گزارا اور پابندی صلوة ہیں۔ قصبہ بھر میں شافعوں اور کوئی ایسا بدعت ہوگا جو نماز نہ پڑھتا ہو، اما جوچہ نہ ہونے علم کے احکام شرعیہ و مسائل ضروریہ سے محض نا بلدی میں، بہالت کی اس قدر گرم یا زاری ہے کہ آیات اجداد کی رسوم کو کافی و وافی سمجھ کر مسائل شرعیہ سے (زبور) تعصب کے ملکہ باعث نہ ہوتے علم کے) ایک سخت گریز ہے حتیٰ و باطل میں امتیاز ہو نہیں سکتا لیکن باوجود اس بات کے بھی اگر کس اتفاق سے کوئی عالم آجائے تو اس کے وعظ میں بیٹھ کر تحصیل فیضان کرتے ہیں، افعال بدرستیہ ہونے کے بعد توبہ و استغفار بھی کرتے ہیں اور کسی مسائل گو کی بات پڑچان چُون و چرا بھی

لے رد المحتار کتاب الوقت دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۵۷

لے صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اباحتہ الہدیۃ للفقیر صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۳۵

ف صحیح مسلم میں الفاظ تو ہیں : ہولہا صدقۃ و لنا ہدیۃ۔ تذیر احمد سعیدی

نہیں کرتے مگر چونکہ قصبہ زاکا زراہی علم سے معز ہے، کوئی وجود ایسا نہیں جو اس کی اصلاح و درستی کر سکے، آخر قصبہ کے چند سربراہ و دُور اندیش اصحاب نے سوچا اگر قصبہ میں ایک اسلامی مدرسہ کھول دیا جائے جس کے ذریعہ ایسے وجود و نفوس علمائے اسلام کو قصبہ میں آ رہیں جو علاوہ و حفظ گوئی کے مدرسہ میں علم تجوید و تفسیر و حدیث و فقہ و اصول و معانی کا طلبہ کو درس بھی دیتے رہیں تو البتہ قصبہ کی اصلاح حسبِ دلخواہ ممکن ہے، آخر انھیں حضرات مذکورہ انصاری سہمی بلین سے مدرسہ کی عمارت تیار ہو کر سلسلہ تعلیم بھی شروع کر دیا گیا اور گاؤں کی اصلاح بھی رُو بہ رتی ہے اور امید ہے کہ مدرسہ اگر قائم رہ گیا پوری درستی ہو جائیگی مگر چونکہ اتنے بڑے قصبہ کے طلباء صغارا و کبار جو تحمیل پان سو ہیں ان کی تعلیم کے لئے کم از کم دس مدرسین درکار ہیں، اور یہ انتظام بھی کر لیا گیا کہ جمیع طلباء داخل مدرسہ کر کے مدرسین بھی مقرر کر لیے گئے مگر مصارف مدرسہ رقمِ زکوٰۃ سے تعلق ہیں، اب یہی تشریش ہے کہ زکوٰۃ کس جیلہ سے مصارف مدرسہ میں مثل مشاہرات مدرسین فروش و فروش و تیل و چراغ و نیز مثل اس کے ضروریات مدرسہ میں خرچ ہو سکتے ہیں آیا اس پر کوئی مفلس آدمی امین مقرر ہو کہ جس کے پاس سے حساب وغیرہ نہ لیا جائے یا اور جیلہ ہو سکتا ہے یا امین کے مزید شرائط ہوں غرض کہ مذہب حنفیہ میں کوئی ایسا پہلو نکل آئے کہ جس سے مصارف مدرسہ میں جائز ہونے کا کوئی جیلہ نکل آیا جب تو مدرسہ کی بقا کی امید قصبہ کی اصلاح کی صورت ہے ورنہ بدون ان رقم کے اہل قصبہ میں اتنی وسعت نہیں کہ سوا زکوٰۃ کے اخراجات مدرسہ کو اٹھا سکیں کیونکہ صاحبِ نصاب تو چند ہی ہوں گے باقی سب مسکین، اور اپنا نان و نفقہ قوتِ ضروری پیدا کر کے کھانے والے ہیں لیکن مسکین و مومل سب بالاتفاق مدرسہ میں امداد دہی کے لیے حاضر ہیں کسی کو اختلاف نہیں، جواب مدلل بدلائل قاطعہ و براہین ساطعہ مطابق مذہب حنفیہ مع صفحات کتب ارقام ہو۔ بیہ تو جروا

الجواب

زکوٰۃ کارکن تملیک فقیر ہے جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میت یا تنخواہ مدرسہ علم دین، اس سے زکوٰۃ نہیں ادا ہو سکتی۔ مدرسہ علم دین میں دینا چاہیں تو اس کے تین جیلے ہیں، ایک یہ کہ ترمیمی مدرسہ کو مال زکوٰۃ دے اور اسے مطلق کر دے کہ یہ مال زکوٰۃ کا ہے۔ اسے خاص مصارف زکوٰۃ میں صرف کرنا، متولی اس مال کو جدار کئے اور مال میں نہ ملائے اور اس سے غریب طلبہ کے کپڑے بنائے، کتابیں خرید کر دے یا ان کے وظیفہ میں دے جو محض بنظر امداد ہو نہ کسی کام کی اجرت۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دینے والا کسی فقیر صرف زکوٰۃ کو نہ بیت زکوٰۃ دے اور وہ فقیر اپنی طرف سے کھلے یا بعض مدرسہ کی مذکور دے۔

تیسرے یہ کہ مثلاً سو روپے زکوٰۃ کے دینے ہیں اور چاہتا ہے کہ مدرسہ علم دین کی ان سے مدد کرے تو

مثلاً دس سیر گیہوں کسی محتاج مصرف زکوٰۃ کے ہاتھ سوروپے کو بیچے اور اسے مطلع کر دے کہ یہ قیمت ادا کرنے کو تمہیں
 ہم بھی دیں گے تم پر اس کا بار نہ پڑے گا، وہ قبول کر لے اس کے بعد سوروپیہ یہ نیت زکوٰۃ اس کو دے کر قابض کر دے
 اس کے بعد اپنے گھروں کی قیمت میں وہ روپے اس سے لے لے، اگر وہ نہ دینا چاہے تو یہ خود اس سے لے سکتا ہے
 کہ یہ اس کا عین حق ہے اب یہ روپے مدرسہ میں دے، ان پھلی دونوں صورتوں میں یہ روپیہ خواہ مدرسین وغیرہ
 ہر کار مدرسہ میں صرف ہو سکتا ہے والمسئلۃ فی الدروغیرہ من الاسفار الغری (اس مسئلہ کی تفصیل در
 اور دیگر معتبر کتب میں ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم